# اصطلاحات حسامی

تالیف

(مولانا) محمد احمد سکندر قاسمی نوادہ، مبارک پور
مدرسہ تعلیم الاسلام (جامع مسجد) شہر اعظم گڑھ

ناشر

مکتبہ قاسمیہ نوادہ، مبارک پور، اعظم گڑھ ۲۷۶۴۰۴
موبائل نمبر: ۸۹۶۰۴۴۸۰۵

# تفصیلات

| | |
|---|---|
| نام کتاب | اصطلاحاتِ حسامی |
| تالیف | (مولانا) محمد احمد سکندر قاسمی نوادہ، مبارک پور<br>استاذ مدرسہ تعلیم الاسلام شہر اعظم گڑھ |
| کمپوزنگ | صلاح الدین قاسمی اعظم گڑھ 9889036799 |
| صفحات | ۱۲۰ |
| تعداد | ۱۰۰۰ (ایک ہزار) |
| پہلا ایڈیشن | ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ مطابق اگست ۲۰۱۷ء |
| قیمت | -/ Rs. |

## ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ قاسمیہ، نوادہ مبارک پور، اعظم گڑھ۔
(۲) مدرسہ تعلیم الاسلام (جامع مسجد) شہر اعظم گڑھ۔
(۳) مکتبہ نعیمیہ صدر چوک، مئوناتھ بھنجن
(۴) کتب خانہ نعیمیہ دیوبند۔
(۵) مدرسہ مصباح العلوم قصبہ جلال آباد، ضلع غازی پور
(۶) مکتبہ ضیاء الکتب اترا ری خیر آباد۔ مئو

# فہرست عناوین

## سنت کا بیان

## اجماع کا بیان



## قیاس کا بیان

# عرض مرتب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ الذی بنیٰ علیٰ اصول الشریعة قصر الاحکام واحکم بنیانهٗ بالکتاب والسنة غایة الاحکام ثم زینهٗ بمصابیح الاجماع والقیاس فصار شامخ البناء محکم الاساس والصلوٰة والسلام علیٰ من شرح صدرهٗ ورفع قدرهٗ فجرت بحار العلوم من لسانه وسالت انهار الحکم من بیانهٖ النبی الکریم رحمة للعالمین محمد وعلیٰ من عزم علیٰ دلالة الحق بمقتضیٰ اشاراتهٖ واعتصم فیها بماصدر منه من عباراتهٖ من الآل والاصحاب الذین نالوا فی شریف ساحتهٖ کرامة الاستحسان والاستصحاب اما بعد:

علوم عالیہ میں حامل اہمیت، عظیم المرتبت اصول فقہ ہے، اصول فقہ مسائل شرعیہ کی تخریج کا وہ جزو لازم اور جزو لاینفک ہے جس سے کسی باذوق کو راہ فرار نہیں، فقہ کا تمام تر مدار اصول فقہ پر ہے۔ مدارس عربیہ میں اصول فقہ کی تعلیم ہوتی ہے، درس نظامی میں اصول فقہ کی بہت سی کتابیں داخل ہیں۔ان میں مشہور ومعروف اور اہل علم کے درمیان متداول ''حسامی'' کا مرتبہ بہت بلند وبالا ہے جو اپنے اختصار کے باوجود بہت جامع ہے، اس کے افادہ کو عام کرنے اور اس سے پورے طور پر استفادہ کا موقع فراہم کرنے کے لئے

عربی شروحات (النامی، التبیین، الوافی وغیرہ) کے علاوہ بہت سی اردو شرحیں موجود ہیں۔

حسامی میں مذکور تعریفات واحکام اور اصول کا یاد کرنا بہت ہی ضروری ہوتا ہے۔ احقر کے دل میں یہ خیال موجزن ہوا کہ تعریفات واحکام اور اصول کو سہل اور مختصر طور پر مرتب کر دیا جائے، تاکہ طالب علم کو یاد کرنے میں سہولت وآسانی ہو، اللہ کے فضل وتوفیق سے یہ عمل وجود میں آیا۔ مرتب کتاب ''اصطلاحات حسامی'' کے نام سے موسوم ہوئی۔

ترتیب کے بعد اپنی حقیر کاوش کو استاذ محترم استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد افضل صاحب دامت برکاتہم استاذ وکارگذار ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند کی خدمت عالیہ میں پیش کیا، حضرت تمام تر مصروفیات کے باوجود مختلف مقامات پر نظر فرما کر توثیقی کلمات کے ذریعہ حوصلہ افزائی فرمائی۔

استاذ محترم حضرت مولانا محمد اصغر صاحب دامت برکاتہم سابق صدرالمدرسین مدرسہ منبع العلوم خیرآباد واستاذ جامعہ حسینیہ لال دروازہ جونپور کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت نے از ابتدا تا انتہا نظر فرما کر اس کاوش کو موید وموثق کر دیا۔

ان دونوں حضرات اساتذہ کے ساتھ حضرت اقدس امیر ملت مرشدی مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند کا بصمیم قلب شکر گذار ہوں کہ نظر ثانی کے بعد حضرت کی خدمت عالیہ میں کلمات دعائیہ رقم فرمانے کے لئے مسودہ کو پیش کرنے کی ہمت کی، حضرت نے قبول فرمایا اور کلمات دعائیہ رقم فرما کر مجھ ناچیز پر احسانِ عظیم فرمایا۔ اور کتاب کی تائید وتوثیق کے ساتھ اس کی اہمیت میں اضافہ فرمایا۔

**جزاهم الله خير الجزاء.**

اس توفیق خداوندی پر بارگاہِ رب العالمین میں سجدۂ شکر بجالاتے ہوئے بس یہی دعا کرتا ہوں کہ الٰہ العالمین جس طرح آپ نے اس کتاب کی ترتیب کی توفیق عطا فرمائی،

اسی طرح قبولیت سے بھی نواز دیں۔ اور اس کو مفید و نافع بنائیں۔ میرے لئے، والدین کے لئے اور اساتذہ کے لئے ذریعہ نجات بنائیں۔ آمین

محمد احمد قاسمی غفرلہٗ

۱۸/ذوقعدہ ۱۴۳۸ھ، یوم جمعہ

---

# انتساب

- **والد محترم کے نام**

جن کی شفقت و محبت اور عنایت ہر وقت ساتھ رہتی ہے۔

- **ان اساتذۂ کرام، مربی حضرات اور اداروں کے نام**

منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جن کا فیض مجھ ناچیز کو حاصل ہوا۔

# ایصال ثواب

- **والدۂ محترمہ مرحومہ کے نام**

جن کی بے پایاں شفقتوں اور دعاؤں نے مجھے اس قابل بنایا۔

- **مرحوم دادا، دادی اور نانا، نانی کے نام**

جن کی عنایتیں اور دعائیں ہمہ وقت رہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائیں اور درجات کو بلند فرمائیں۔ آمین

# کلمات دعائیہ

## حضرت اقدس مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم

### مہتمم دارالعلوم دیوبند

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

اصول فقہ کی مشہور کتاب ''الحسامی'' درس نظامی کے نصاب میں خاص اہمیت کی حامل ہے۔ جس کی متعدد شرحیں بھی موجود ہیں۔ عزیز گرامی مولوی محمد احمد سکندر نوادوی نے اپنے تدریسی تجربہ کی روشنی میں اصطلاحات حسامی کے نام سے رسالہ مرتب کر کے حسامی کو زیادہ سے زیادہ سہل بنانے کی کوشش کی ہے۔ جس میں خاص طور پر اصطلاحات حسامی کی تعریف وتشریح مع امثلہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ یہ کتاب حسامی پڑھنے والے طلبہ کے لئے معاون ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مزید علمی کاموں کی توفیق بخشے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہٗ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱۴۳۸/۸/۲ھ-۲۰۱۷/۴/۳۰ء

# تقریظ

## حضرت مولانا محمد افضل صاحب دامت برکاتہم

### استاذ تفسیر وفقہ دارالعلوم دیوبند

باسمہٖ تعالیٰ

اسلامی علوم وفنون میں اہم ترین فن علم اصول فقہ ہے، اس فن کی مختصر مگر جامع کتاب ''الحسامی'' ہے جو اصول کی ایک شاہکار ہے۔ یہ کتاب اپنی جامعیت کے ساتھ نہایت ادق کتابوں میں شمار ہوتی ہے، ہر دور کے اہل علم نے مختلف نہج سے اس کی تسہیل کی کامیاب کوششیں کی ہیں۔

عزیزم مولانا محمد احمد صاحب سلمہ اللہ وزادمجدہٗ نے بھی ''اصطلاحات حسامی'' کے ذریعہ حسامی میں مذکور اصول وقواعد اور ان پر مرتب احکام کو بہت سہل اور مرتب انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کم ترین خلائق نے بھی جا بجا نظر ڈالی ہے اور طلبہ کے لئے نہایت مفید محسوس کیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قبولیت سے نوازیں اور صاحب کتاب اور تمام طلبۂ علم کے لئے نافع بنادیں۔ آمین یارب العالمین۔

(مولانا) محمد افضل (صاحب) غفرلہ

# رائے گرامی

حضرت **مولانا محمد اصغر صاحب** قاسمی دامت برکاتہم
جامعہ حسینیہ لال دروازہ جونپور سابق صدر المدرسین مدرسہ عربیہ منبع العلوم خیر آباد، مئو۔

**حامداً و مصلیاً و مسلّماً وبعد:**

''حسامی'' اصول فقہ کی مشہور کتاب ہے، ہمارے ملک میں عام مدارس اسلامیہ میں شامل ہے، اس کتاب کی عبارت میں اختصار اور اجمال زیادہ ہے، اصطلاحات کے یاد ہونے اور جاننے سے کتاب کے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے اور مضمون فہمی میں مدد ملتی ہے۔ اصول فقہ کے تعلق سے جو اصطلاحات ''حسامی'' میں مذکور ہیں، جن سے باخبر ہونا بے حد ضروری ہے، ان کو یاد کرنے کی سہولت کے واسطے عزیزم **مولانا محمد احمد صاحب** مدرسہ تعلیم الاسلام جامع مسجد شہر اعظم گڑھ نے زیور ترتیب سے آراستہ کیا ہے، جو سہل عبارت اور آسان زبان سے عبارت ہے۔

بندہ نے شروع سے بالاستیعاب دیکھا ہے، بعض مقامات پر اصلاحیں بھی کی ہے، طلبہ کے لئے گراں قدر مفید تحفہ ہے، مرتب اس قیمتی کاوش پر مبارک باد کے مستحق ہیں، اللہ انھیں مزید علمی کاموں کی توفیق بخشے، اس کتاب کو قبولیت سے نوازے، مفید و نافع بنائے اور ذخیرہ آخرت اور بلندی درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

محمد اصغر غفرلہٗ
۲۶/ ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ

# تقریظ

**الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی خاتم النبیین والمرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین. امابعد:**

منتخب الحسامی اصول فقہ کی بہترین ومعتبر اور مقبول ومتداول کتاب ہے، جو درس نظامی میں داخل نصاب ہے، اور یہ بات مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی علم وفن میں رسوخ ومہارت پیدا کرنے کے لئے مبادیات ومصطلحات ذہن نشین ہونا لازم ہے تاکہ افہام وتفہیم کی راہ ہموار ہوسکے اور روز بروز علمی انحطاط کے پیش نظر درسی کتب کی تسہیل وقت کی ایک ناگزیر ضرورت ہے، چنانچہ زیر نظر کتاب ''اصطلاحاتِ حسامی'' اسی مقصد کی اہم کڑی ہے، جس کو فاضل گرامی قدر حضرت مولانا محمد احمد صاحب قاسمی نوادوی استاذ عربی مدرسہ تعلیم الاسلام شہر اعظم گڑھ میں اپنی تدریسی زندگی کے تجربات کی روشنی میں مرتب فرمایا، مولانا موصوف عالم اسلام کا عظیم ادارہ دارالعلوم دیوبند سے فضیلت کرنے کے بعد ہی بلا کسی انقطاع کے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، دلچسپی کے ساتھ تعلیم دیتے ہیں، طلبہ پر خاص شفقت رکھتے ہیں، ان کی استعداد اور قابلیت بنانے اور بڑھانے میں غور وفکر کرتے ہیں۔ درحقیقت ایک کامیاب مدرس کے لئے یہ اوصاف لازمی ہیں۔

بارگاہِ رب ذوالجلال میں عرض ہے کہ اللہ پاک مرتب محترم کی اس سعی وکوشش کو قبول فرما کر طلبہ کے لئے مفید ونافع بنائیں اور ان کے لئے دارین کی سعادت ونیک بختی کا ذریعہ بنائیں۔ آمین۔

عبدالباسط قاسمی الہ آبادی عفی عنہ

صدرالمدرسین جامعہ اسلامیہ دارالقرآن سون بزرگ، اعظم گڑھ

۲۵/ذوقعدہ ۱۴۳۸ھ یوم الجمعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# اصول فقہ

اصول فقہ کی دو تعریفیں ہیں (۱) حد اضافی (۲) حد لقبی

**حد اضافی کا مفہوم:** مضاف اور مضاف الیہ کی علاحدہ علاحدہ تعریف کی جائے۔

**حد لقبی کا مفہوم:** مضاف اور مضاف الیہ کے مجموعہ کی ایک ہی تعریف کی جائے۔

**اصول فقہ کی حد اضافی:** مضاف (اصول) کی تعریف الگ اور مضاف الیہ (فقہ) کی تعریف الگ کی جائے۔ چنانچہ اصول اصل کی جمع ہے اور لغت میں اصل وہ چیز ہے جس پر دوسری چیز مبنی ہو، یعنی کسی چیز کی بنیاد اور موقوف علیہ کو اصل کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں اصل کا معنی دلیل اور قاعدہ کلیہ کے ہے۔ پس اصول فقہ کے معنی ہیں فقہ کے دلائل۔

فقہ کا لغوی معنی ہے سمجھنا اور اصطلاح میں فقہ احکام شرعیہ فرعیہ کے اس علم کو کہتے ہیں جو احکام کی ادلۂ تفصیلیہ سے حاصل ہو۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ حلال وحرام اور جائز وناجائز کو جاننے کا نام فقہ ہے۔

**اصول فقہ کی حد لقبی:** اصول فقہ ایسے قواعد کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ ادلۂ تفصیلیہ سے احکام شرعیہ کے استخراج واستنباط کا طریقہ معلوم ہوسکے۔

احکام اصلیہ: وہ احکام جن کا تعلق عقائد سے ہو۔

احکام فرعیہ: وہ احکام جن کا تعلق عمل سے ہو۔

**موضوع:** دلائل اور احکام کا مجموعہ۔

دلائل اس حیثیت سے کہ وہ احکام کو ثابت کرنے والے ہیں۔

احکام اس حیثیت سے کہ وہ دلائل سے ثابت کئے جاتے ہیں۔

**غرض وغایت:** احکام شرعیہ کو تفصیلی دلائل سے جاننا اور مسائل کے استنباط واستخراج کے قواعد معلوم کرنا۔

ادلۂ شرعیہ کتاب، سنت، اجماع اور قیاس سے احکام شرعیہ مستنبط کرنے کی مہارت پیدا کرنا۔

## اصول فقہ چار ہیں

(۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ (۳) اجماع امت محمدیہ (۴) قیاس۔

**مراد:** کتاب اللہ سے پانچ سو آیات۔ سنت سے تین ہزار۔ اجماع سے ہر زمانہ کے مجتہد علماء کا اجماع۔ قیاس سے وہ قیاس مراد ہے جو انہی تین اصولوں سے مستنبط ہو۔

**دلیل حصر:** مستدل یا تو وحی سے استدلال پیش کرے گا یا غیر وحی سے، اگر وحی سے استدلال کرے گا تو اس کی دو صورت ہے، یا تو وحی متلو ہوگی یا غیر متلو ہوگی۔ اگر وحی متلو ہے تو کتاب اللہ ہے اور وحی غیر متلو ہے تو سنت رسول اللہ ہے۔ اور اگر غیر وحی سے استدلال کرے گا تو اس کی بھی دو صورت ہے یا تو وہ ایک زمانہ کے تمام مجتہدین کا قول ہوگا یا تمام مجتہدین کا قول نہ ہوگا۔ اول اجماع ہے اور ثانی قیاس ہے۔

**اصول شرع کہنے کی وجہ:** (۱) کتاب، سنت اور اجماع جس طرح فقہ کے اصول ہیں، اسی طرح علم کلام کے بھی اصول ہیں اور شرع دونوں کو عام ہے نہ کہ فقہ۔ اس لئے اصول الشرع فرمایا گیا۔

(۲) شرع سے مراد احکام مشروعہ ہیں، اور فقہ سے مراد احکام مشروعہ پر واقف ہونا

ہے اور یہ اصول احکام مشروعہ کے لئے مثبت ہیں نہ کہ احکام مشروعہ پر واقف ہونے کے لئے ۔اسی وجہ سے مصنف نے شرع کو منتخب کیا نہ کہ فقہ کو۔

**فائدہ**: قیاس کے ساتھ **المستنبط من هٰذهِ الاصول** کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ قیاس سے مطلق قیاس مراد نہیں ہے بلکہ قیاس شرعی مراد ہے۔

قیاس کی چار قسمیں ہیں (۱) شبہی (۲) عقلی (۳) لغوی (۴) شرعی

**قیاس شبہی**: وہ قیاس ہے جہاں مشاکلت فی الصورۃ کی علت کی وجہ سے حکم ایک صورت سے دوسری صورت کی جانب متعدی ہو جائے۔

**قیاس عقلی**: وہ قول ہے جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جن کے تسلیم کر لینے کے بعد ایک دوسرے قول کا تسلیم کرنا لازم ہو۔

**قیاس لغوی**: وہ قیاس ہے جس میں اسم ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف کسی علت مشترکہ کی وجہ سے متعدی ہو جائے۔

**قیاس شرعی**: وہ قیاس ہے جو کتاب اللہ یا سنت یا اجماع سے ماخوذ ہو۔

# کتاب اللہ کا بیان

**کتاب اللہ**: وہ قرآن ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ مصاحف میں لکھا گیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل متواتر کے طور پر منقول ہے۔

قرآن نظم اور معنی دونوں کا نام ہے۔

## تقسیماتِ نظم ومعنی

نظم اور معنی کی ایسی تقسیمات جن سے احکام شرع کی معرفت ہو چار ہیں اور ان

چار تقسیموں سے بیس اقسام حاصل ہوتی ہیں۔

**دلیل حصر:** تقسیمات یا تو نظم کی ہوں گی یا معنی کی۔ اگر معنی کی ہوں تو تقسیم رابع ہے اور اگر لفظ کی ہوں تو یا معنی پر دلالت کے اعتبار سے ہوں گی یا معنی میں استعمال کے اعتبار سے ہوں گی۔ پس اگر معنی پر دلالت کے اعتبار سے ہوں تو یا اس میں ظہور کا اعتبار ہوگا یا نہیں۔ اگر ظہور کا اعتبار نہ ہو تو تقسیم اول ہے اور اگر ظہور کا اعتبار ہو تو تقسیم ثانی ہے اور اگر استعمال کے اعتبار سے ہوں تو تقسیم ثالث ہے۔

# پہلی تقسیم

پہلی تقسیم صیغہ اور لغت یعنی وضع کے اعتبار سے نظم کی انواع کے سلسلے میں تقسیم اول کے تحت چار قسمیں ہیں۔ خاص، عام، مشترک، مؤول۔

**دلیل حصر:** لفظ وضع کے اعتبار سے یا تو ایک معنی پر دلالت کرے گا یا زیادہ معنی پر۔ اگر ایک معنی پر دلالت کرے گا تو اس کی دو صورت ہے یا تو وہ معنی افراد کی شرکت سے خالی ہوگا یا افراد کے درمیان مشترک ہوگا۔ اگر افراد کی شرکت سے خالی ہے تو خاص ہے اور اگر افراد کے درمیان مشترک ہے تو عام ہے اور اگر زیادہ معنی پر دلالت کرے گا تو اس کی بھی دو صورت ہے، کوئی ایک معنی تاویل کے ذریعہ راجح ہوگا یا نہیں۔ اگر کوئی معنی راجح ہے تو مؤول ہے اور اگر راجح نہیں ہے تو مشترک ہے۔

**خاص کی تعریف اول:** خاص ہر وہ لفظ ہے جو انفراد کے طور پر کسی ایک معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

**خاص کی تعریف ثانی:** خاص ہر وہ اسم ہے جو انفراد کے طور پر شخص معین کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

**خاص کی دوتعریف کرنے کی وجہ:** (۱)خصوص العین خصوصیت میں کامل ہے۔اس لئے اس کی الگ سے تعریف کی گئی اور وہ دوسری تعریف ہے جس میں خصوص الجنس اور خصوص النوع داخل نہیں ہے۔

(۲) خصوص اعیان خارجیہ اور امور ذہنیہ دونوں میں جاری ہوتا ہے، دوتعریف کر کے خاص کی دونوں قسموں کی تعریف کرنا چاہا گیا۔پہلی تعریف امور ذہنیہ کے خصوص کی ہےاور دوسری تعریف اعیان خارجیہ کے خصوص کی ہے۔

خاص کی تین قسم ہے:

(۱) خاص الفرد (۲)خاص النوع (۳)خاص الجنس

**خاص الفرد:** وہ لفظ ہے جومعین شخص یامعین فرد کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ جیسے زید، بکر، وغیرہ۔

**خاص النوع:** وہ لفظ ہے جوایسے ایک معنی کے لئے وضع کیا گیاہوجس کے تحت ایسے افراد کثیرہ ہوں جن سے یکساں اغراض وفوائدمقصود ہوں اور لفظ ان افراد کثیرہ کو بیک وقت نہیں بلکہ علی سبیل البدلیت شامل ہوجیسے رَجُلٌ۔

**خاص الجنس:** وہ لفظ ہے جوایسے معین معنی کے لئے وضع کیا گیا ہوجس کے تحت ایسے افراد کثیرہ ہوں جن سے مختلف اغراض وفوائدمقصود ہوں، اور لفظ ان افراد کثیرہ کو بیک وقت نہیں بلکہ علی سبیل البدلیت شامل ہوجیسے انسان۔

**خاص کاحکم:** خاص اپنے مخصوص یعنی اپنے مدلول کوقطعی اور یقینی طور پراس طرح شامل ہوتا ہے کہ اس میں غیر کا احتمال بالکل نہیں ہوتا اور وہ بذات خود واضح ہونے کی وجہ سے کسی تفسیری اور توضیحی بیان کا احتمال نہیں رکھتا ہے۔

**عام:** ہرایسا لفظ ہے جواپنے افراد کو یکبار گی لفظاًیامعناً شامل ہو۔

**انتظام لفظی:** یہ ہے کہ عام اپنے افراد کو لفظ اور صیغہ کے اعتبار سے شامل ہو جیسا کہ جمع کا صیغہ مسلمون، رجال.

**انتظام معنوی:** یہ ہے کہ عام اپنے افراد کو معنی کے اعتبار سے شامل ہو، لفظ اور صیغہ کا اس میں دخل نہ ہو جیسے من، ما، قوم، رھط.

**عام کا حکم:** عام ان افراد کے اندر جن کو وہ شامل ہوتا ہے قطعی اور یقینی طور پر حکم کو واجب کرتا ہے، لیکن جب عام کو مخصّص معلوم یا مخصّص مجہول لاحق ہو جائے تو اس وقت عام اس احتمال کے ساتھ حکم واجب کرے گا کہ اس میں تخصیص ظاہر ہو جائے مخصوص معلوم کی علت بیان کرنے کی وجہ سے یا مخصوص مجہول کی تفسیر کرنے کی وجہ سے۔ الحاصل عام تخصیص سے پہلے مفید یقین ہے اور تخصیص کے بعد مفید ظن ہے۔

**تخصیص:** عام کو اس کے بعض افراد پر منحصر کرنا ایسی دلیل مستقل لفظی کے ذریعہ جو عام کے مقارن ہو۔

**تعلیل:** اصول ثلاثہ کتاب وسنت اور اجماع سے استنباط کے ذریعے علت بیان کرنا۔

## اختیاری

اجزاء اور افراد میں فرق: (۱) اجزاء کل کے ٹکرے ہوتے ہیں اور کل ان اجزاء سے مرکب ہوتا ہے۔ اور کل اپنے اجزاء پر محمول نہیں ہوتا ہے، اور افراد وہ کلی کے مصداق ہوتے ہیں اور کلی ان سے مرکب نہیں ہوتی اور کلی اپنے افراد پر محمول ہوتی ہے۔

(۲) اجزاء کے انتفاء سے کل منتفی ہو جاتا ہے۔ افراد و جزئیات کے انتفاء سے کلی منتفی نہیں ہوتی ہے۔

**مشترک:** وہ لفظ ہے جس میں چند معانی یا چند اسماء شریک ہوں مگر یہ اشتراک علیٰ سبیل

البدلیت ہوعلیٰ سبیل الشمول نہ ہو۔

**مشترک کا حکم:** اس کے معانی میں سے کسی متعین معنی پر اعتقاد رکھنے میں تامل اور غور وفکر کی شرط کے ساتھ توقف کیا جائے، یہاں تک کہ اس کا کوئی ایک معنی راجح ہو جائے۔

**مؤول:** وہ لفظ مشترک ہے جس کا کوئی ایک معنی ظن غالب سے راجح ہو جائے۔

**مؤول کا حکم:** غلطی کے احتمال کے ساتھ اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

**تاویل کا مفہوم:** کسی بات کا درجۂ احتمال میں مطلب بیان کرنا۔

## دوسری تقسیم

دوسری تقسیم نظم کے بیان وظہور کے اقسام میں

اس کی بھی چار قسمیں ہیں: ظاہر، نص، مفسر، محکم۔

**دلیل حصر:** اگر لفظ کے معنی ظاہر ہوں تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہوگا یا تو تاویل و تخصیص کا احتمال رکھے گا یا نہیں رکھے گا۔ اگر تاویل و تخصیص کا احتمال رکھتا ہے تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو معنی کا ظہور رفقط صیغہ سے ہو جائے گا یا فقط صیغہ سے نہیں ہوگا، بلکہ مذکورہ لفظ اس کو بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہوگا۔ اگر معنی کا ظہور رفقط صیغہ سے ہو جاتا ہے تو ظاہر ہے اور اگر فقط صیغہ سے نہیں ہوتا بلکہ لفظ اس کو بیان کرنے کے لئے لایا جاتا ہے تو نص ہے۔ اور اگر وہ معنی تاویل و تخصیص کا احتمال نہ رکھتا ہو تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں، یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نسخ کو قبول کیا ہوگا یا نہیں اگر اول ہے تو مفسر ہے اور اگر ثانی ہے تو محکم ہے۔

**ظاہر:** وہ لفظ ہے جس کی مراد نفس صیغہ سے ظاہر ہو جائے۔

**نص:** وہ کلام ہے جس کی وضاحت ظاہر سے بڑھی ہوئی ہو، ایسے معنی کی وجہ سے جو متکلم

میں ہو۔یعنی سوق کی وجہ سے۔

**ظاہر ونص کی مثال:** قول باری تعالیٰ فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ہے، کیوں کہ آیت کریمہ اباحت نکاح کے متعلق ظاہر ہے اور بیان عدد کے سلسلے میں نص ہے۔

**مفسر:** وہ کلام ہے جس کی وضاحت نص سے بڑھی ہوئی ہو، ایسے طریقے پر کہ اس کے اندر تخصیص وتاویل کا احتمال باقی نہ رہے۔جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فَسَجَدَ الْمَلٰئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ.

**مفسر کا حکم:** تاویل وتخصیص کے احتمال کے بغیر قطعی طور پر اس سے حکم کا ثبوت ہوتا ہے مگر اس میں نسخ کا احتمال ہوتا ہے۔

**محکم:** وہ کلام ہے جو مفسر سے قوت کے اعتبار سے بڑھا ہوا ہو اور اس کی مراد تبدیل ونسخ سے محکم وممتنع ہو جیسے اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْم. اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ.

**ظاہر، نص، مفسر اور محکم کا حکم:** یہ اقسام اس چیز کے ثبوت کو یقین کے درجہ میں واجب کرتی ہیں جس کو وہ اقسام شامل ہوتی ہیں۔یعنی ان اقسام کا حکم قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے۔ہاں ان اقسام کے احکام کے درمیان تعارض کے وقت تفاوت وفرق ظاہر ہوگا۔ یعنی تعارض کے وقت اعلیٰ پر عمل کیا جائے گا اور ادنیٰ کو ترک کر دیا جائے گا۔

**تنبیہ:** متقدمین کے نزدیک ظاہر، نص، مفسر اور محکم اقسام متداخلہ ہیں، ان کے درمیان عموم وخصوص مطلق ہے، ان میں سے ادنیٰ اعلیٰ میں داخل ہے بایں طور کہ ظاہر میں عدم سوق شرط نہیں ہے بلکہ یہ عام ہے اس بات سے کہ اس میں سوق ہو یا نہ ہو۔نص میں سوق شرط ہے، نص میں احتمال تاویل وتخصیص شرط نہیں بلکہ عام ہے کہ تاویل وتخصیص کا احتمال ہو یا نہ ہو۔مفسر میں عدم احتمال تاویل وتخصیص شرط ہے، مفسر میں احتمال نسخ شرط نہیں ہے

بلکہ عام ہے کہ احتمال نسخ ہو یا عدم احتمال نسخ ہو۔محکم میں عدم احتمال نسخ شرط ہے۔

متاخرین کے نزدیک اقسام متبائنہ ہیں بایں طور کہ ظاہر میں عدم سوق شرط ہے، نص میں سوق شرط ہے،نص میں عدم احتمال تاویل وتخصیص شرط ہے۔مفسر میں عدم احتمال تاویل وتخصیص شرط ہے،مفسر میں احتمال نسخ شرط ہے۔محکم میں عدم احتمال نسخ شرط ہے۔

**تنبیہ** : ظہور معنی کے اعتبار سے نظم کی مذکورہ چاروں قسموں کے مقابل خفاء میں چار قسمیں ہیں،خفی،مشکل،مجمل،متشابہ۔

جس طرح ظہور کے اعتبار سے اقسام میں بعض بعض سے اولیٰ ہے۔اسی طرح ان کی مقابل قسموں میں بھی خفاء کے اعتبار سے بعض بعض سے اقویٰ ہے۔خفاء کے اعتبار سے لفظ کی چار قسمیں ہیں:خفی،مشکل،مجمل،متشابہ۔

**دلیل حصر:** لفظ کا معنی اگر خفی ہوتو اس کی دوصورت ہے۔اس کا خفا نفس صیغہ کی وجہ سے ہوگا یا صیغہ کے علاوہ کسی عارض کی وجہ سے ہوگا۔اگر معنی کا خفا کسی عارض کی وجہ سے ہو تو خفی ہے۔اور اگر نفس صیغہ سے ہوتو اس کی بھی دوصورت ہے، سیاق وسباق میں تامل کرنے سے اس کا ادراک ممکن ہوگا یا اس کا ادراک ممکن نہ ہوگا۔اگر اس کا ادراک ممکن ہے تو مشکل ہے اور اگر اس کا ادراک ممکن نہیں ہے تو اس کی بھی دوصورت ہے۔متکلم کی جانب سے اس کی وضاحت کی توقع ہوگی یا توقع نہیں ہوگی۔اگر متکلم کی جانب سے وضاحت کی توقع ہے تو مجمل ہے اور اگر توقع نہیں ہے تو متشابہ ہے۔

**خفی:** وہ لفظ ہے جس کی مراد پوشیدہ ہو صیغہ کے علاوہ کسی عارض کی وجہ سے بایں طور کہ طلب وجستجو کے بعد اس کلام خفی کی مراد حاصل ہو۔جیسے آیت سرقہ **السّارِقُ والسّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا** الخ طرار ونباش (جیب تراش اور کفن چور) کے حق میں خفی ہے، کیوں کہ ان دونوں پر سارق کا لفظ نہیں بولا جاتا ہے، بلکہ یہ دونوں طرار ونباش کے ساتھ

خاص ہیں۔
**خفی کا حکم**: اس میں غور وفکر کیا جائے گا تا کہ یہ بات متحقق ہو جائے کہ اس میں خفا کسی زیادتی یا کمی کی وجہ سے ہے تا کہ اس کے جان لینے کے بعد اس کی مراد ظاہر ہو جائے۔
**مشکل**: وہ لفظ ہے جس کی مراد طلب کے بعد بغیر غور وفکر کئے ہوئے معلوم نہ ہو سکے۔ اس معنی مرادی کے اپنے ہم شکلوں میں داخل ہونے کی وجہ سے۔ جیسے ارشادِ خداوندی: فَأْتُوا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ. بایں طور کہ لفظ اَنّٰی مِنْ اَیْنَ اور کَیْفَ کے معنی کے درمیان مشترک ہے۔
**مشکل کا حکم**: طلب کے بعد اس میں نظر وفکر کرنا ہے۔

## طلب اور تأمل کی وضاحت:

نظر وفکر کے دو مرحلے ہیں: ایک یہ کہ لفظ کس کس معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ کون سا معنی درست ہوسکتا ہے۔ اول کے سلسلے میں نظر وفکر طلب ہے اور دوسرے کے سلسلے میں نظر وفکر تامل ہے۔
**مجمل**: وہ کلام ہے جس میں بہت سے معانی جمع ہو گئے اور اس کی مراد اس طرح مشتبہ ہو کہ نفس عبارت سے معلوم نہ ہو سکتی ہو بلکہ مُجمِل کے بیان سے اس کی مراد معلوم ہو۔ جیسے آیت ربو میں لفظ ربو.
**مجمل کا حکم**: اس کی مراد کے حق ہونے کا اعتقاد ہو اور عمل کے سلسلے میں اس وقت تک توقف کیا جائے جب تک کہ متکلم اپنے کلام کی مراد بیان نہ کر دے۔
**متشابہ**: وہ کلام ہے جس کی مراد کے حصول کی کوئی راہ موجود نہ ہو حتی کہ امت مسلمہ سے اس کی مراد کو طلب کرنے کا حکم ساقط ہو گیا ہے جیسے حروفِ مقطعات حٰمٓ، الٓمٓ وغیرہ۔ اللہ کی

صفات متشابہات یَدُ اللّٰہِ ، وَجْہُ اللّٰہِ وغیرہ۔

**متشابہ کا حکم:** اس پر عمل کے سلسلے میں توقف واجب ہے، لیکن اجمالی طور پر اس کی مراد کے حق ہونے کا اعتقاد ضروری ہے۔

# تیسری تقسیم

تیسری تقسیم لفظ کے استعمال اور جریان کے اعتبار سے ہے۔

اس کی بھی چار قسمیں ہیں: حقیقت، مجاز، صریح، کنایہ

**دلیل حصر:** لفظ اپنے معنی موضوع لہ میں مستعمل ہوگا یا علاقہ کی وجہ سے معنی غیر موضوع لہ میں۔ اول حقیقت ہے اور ثانی مجاز ہے۔ پھر لفظ معنی واضح میں جاری ہوگا یا معنی غیر واضح میں۔ اول صریح ہے اور ثانی کنایہ ہے۔

**حقیقت:** وہ لفظ ہے جس سے معنی موضوع لہ کا ارادہ کیا گیا ہو۔ اس حیثیت سے کہ وہ معنی موضوع لہ ہے۔ جیسے لفظ اسد شیر نامی درندہ مخصوص کے لئے حقیقت ہے۔

**حقیقت کا حکم:** وہ لفظ جو معنی موضوع لہ میں مستعمل ہے اس سے ان تمام افراد کا ارادہ کیا جائے جن کو معنی موضوع لہ شامل ہو وہ لفظ خواہ عام ہو خواہ خاص ہو۔

**مجاز:** وہ لفظ ہے جس سے معنی غیر موضوع لہ مراد ہو اور معنی موضوع لہ اور غیر موضوع لہ کے درمیان معنیً اتصال ہو یا ذاتاً اور صورۃً اتصال ہو، یعنی دونوں کے درمیان علاقہ اور مناسبت ہو۔ جیسے **صافحتُ اسداً** میں لفظ اسد مرد شجاع کے لئے مجاز ہے۔

**مجاز کا حکم:** وہ لفظ جو کسی علاقہ کی وجہ سے معنی غیر موضوع لہ میں مستعمل ہے اس سے ان تمام افراد کا ارادہ کیا جائے جن کو معنی غیر موضوع شامل ہو۔ وہ مجازی لفظ خاص ہو یا عام۔

# اختیاری

**وضع:** لفظ کا کسی معنی کے لئے اس طور پر متعین ہونا کہ وہ لفظ اس معنی پر بغیر کسی قرینہ کے دلالت کرے۔

وضع کی چار قسمیں ہیں: (۱) وضع لغوی (۲) وضع شرعی (۳) وضع عرفی خاص (۴) وضع عرفی عام۔

**وضع لغوی:** لفظ کو معنی کے لئے واضع لغت متعین کریں۔ جیسے لفظ صلوٰۃ کی وضع دعا کے لئے۔

**وضع شرعی:** لفظ کو معنی کے لئے واضع شرع (شارع) متعین کریں۔ جیسے لفظ صلوٰۃ کی وضع ارکان مخصوصہ کے لئے۔

**وضع عرفی خاص:** لفظ کو معنی کے لئے کوئی مخصوص جماعت متعین کرے۔ جیسے نحویوں کے وہاں اسم کی وضع اس کلمہ کے لئے ہے جو کسی زمانہ کے ساتھ مقترن نہ ہو۔

**وضع عرفی عام:** لفظ کو معنی کے لئے عام لوگ متعین کریں۔ جیسے **دابّۃ** کی وضع چوپائے کے لئے۔

**تنبیہ:** حقیقت کے لئے ان چار وضعوں میں سے کسی ایک کا متحقق ہونا کافی ہے۔

چاروں وضعوں کے اعتبار سے لفظ کا معنی کے لئے موضوع ہونا شرط وضروری نہیں ہے۔

معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان اتصال یعنی مناسبت کا پایا جانا ضروری ہے۔

اتصال کی دو قسمیں ہیں: (۱) اتصال صوری (۲) اتصال معنوی

**اتصال صوری:** معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان تشبیہ کے علاوہ کا علاقہ ہو۔ جیسے سماء

بول کر بارش مراد لی جائے۔یعنی ان میں سے ایک کی صورت دوسرے کی صورت سے ملی ہوئی ہو۔

**اتصال معنوی:** معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہو۔

جیسے لفظ اسد بول کر رجل شجاع مراد لینا۔اور لفظ حمار بول کر احمق مراد لینا۔

**اتصال سببی:** سبب اور مسبب ،علت اور معلول کے درمیان کا علاقہ ۔

اتصال سببی یعنی سبب اور مسبب ،علت اور معلول کے درمیان جو اتصال ہوتا ہے وہ اتصال صوری ہوتا ہے۔

**سبب لغوی:** جس چیز کے ساتھ دوسری شی متصل ہواور وہ اس شی کی طرف مفضی ہو۔سبب اپنے معنی لغوی کے اعتبار سے علت کو شامل ہے۔والاتصال سبباً میں سبب لغوی ہی مراد ہے۔

## اتصال سببی کی دو قسم اور حکم

اتصال سببی کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان علت و معلول کا اتصال و علاقہ ہو۔جیسے شراء ملکیت کی علت ہے۔

**حکم:** جب علت و معلول کا علاقہ ہو تو دونوں طرف سے استعارہ درست و صحیح ہے۔یعنی علت بول کر معلول مراد لینا اور معلول بول کر علت مراد لینا درست ہے۔

(۲) معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان سبب اور مسبب کا علاقہ ہو۔جیسے شراء ملک متعہ کا سبب ہے۔

**حکم:** جب سبب اور مسبب کا علاقہ ہو تو ایک طرف سے استعارہ درست ہے یعنی سبب

بول کر مسبب مراد لینا درست ہے لیکن مسبب بول کر سبب مراد لینا درست وصحیح نہیں ہے۔

## (اختیاری)

**علت:** وہ چیز ہے جس کو کسی حکم مطلوب کے لئے وضع کیا گیا ہو اور اس کی طرف حکم کا وجود و وجوب دونوں منسوب ہوں

**سبب:** وہ چیز ہے جو مفضی الی الحکم ہو اور اس کی طرف وجوب حکم اور وجود حکم دونوں منسوب نہ ہوں۔

## علت اور سبب کے درمیان فرق:

علت اور حکم کے درمیان ایسا کوئی امر نہیں ہوتا جس کی طرف حکم منسوب ہو، سبب اور حکم کے درمیان ایک ایسا امر ہوتا ہے جس کی طرف حکم منسوب ہو۔

**حقیقت اور مجاز کا حکم:** (۱) عندالاحناف ایک لفظ سے معنی حقیقی اور معنی مجازی دونوں کو ایک ساتھ مستقلاً مراد لینا باطل ہے۔

(۲) جب تک حقیقت پر عمل کرنا ممکن ہوگا اس وقت تک مجاز پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

## اقسام حقیقت

**حقیقت** (معنی حقیقی) کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) متعذرہ (۲) مہجورہ (۳) مستعملہ

**حقیقت متعذرہ:** لفظ کا وہ معنی حقیقی ہے جس پر عمل کرنا دشوار و متعذر ہو، بغیر مشقت عمل کرنا ممکن نہ ہو جیسے اکل نخلہ کا حقیقی معنی کھجور کے درخت کا کھانا ہے اور کھجور کے درخت کا بغیر مشقت اٹھائے کھانا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کھجور کے درخت کا کھانا اکل نخلہ کی

حقیقت متعذرہ ہے۔

**حقیقت مہجورہ:** لفظ کا وہ معنی حقیقی جس پر عمل کرنا دشوار و متعذر نہ ہو۔ عمل کرنا ممکن ہو، لیکن اس کو چھوڑ دیا گیا ہو۔ مراد نہ لیا جاتا ہو۔ جیسے وضع قدم کا حقیقی معنی ننگے پیر کو رکھنا ہے۔ عرف میں وضع قدم سے معنی حقیقی مراد نہیں بلکہ مطلقاً دخول مراد ہے، اس لئے ننگا پیر رکھنا وضع قدم کی حقیقت مہجورہ ہے۔

حقیقت مہجورہ کی دو قسم ہے:

(۱) حقیقت مہجورہ عرفی (۲) حقیقت مہجورہ شرعی۔

حقیقت مہجورہ عرفی: لفظ کا وہ معنی حقیقی جسے عرف عام میں چھوڑ دیا گیا ہو۔

حقیقت مہجورہ شرعی: لفظ کا وہ معنی حقیقی جسے شرع میں چھوڑ دیا گیا ہو۔

**حقیقت متعذرہ اور حقیقت مہجورہ کا حکم:** اگر معنی حقیقی متعذر ہو یا مہجور ہو تو بالاتفاق مجاز کو اختیار کیا جائے گا اگر معنی حقیقی کی نیت نہ کیا ہو، اور اگر معنی حقیقی کی نیت کیا ہو تو معنی حقیقی ہی مراد ہوگا۔

**حقیقت مستعملہ:** لفظ کا وہ معنی حقیقی جس پر عمل کرنا ممکن ہو اور عرف میں مراد لیا جاتا ہو۔ جیسے اسد کہ اس کا حقیقی معنی درندۂ مخصوص (شیر) عرف میں مراد لیا جاتا ہے۔

**حقیقت مستعملہ کا حکم:** اگر لفظ کا معنی حقیقی مستعمل ہو اور اس کا مجازی معنی متعارف ہو تو اس صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حقیقت پر عمل کرنا اولیٰ ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک عموم مجاز پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ اور اگر مجازی معنی متعارف نہ ہو تو بالاتفاق حقیقت مراد لینا اولیٰ ہے۔

**مجاز متعارف:** ایسا معنی مجازی جس کی طرف لفظ کو سننے کے بعد ذہن سبقت کرتا ہو۔ یا ایسا معنی مجازی جو حقیقت کے بہ نسبت زیادہ مستعمل اور معمول بہ ہو۔

**عموم مجاز:** ایسا عام معنی مجازی جس کا ایک فرد حقیقت ہو اور ایک فرد مجاز ہو۔ یعنی حقیقت اور مجاز دونوں اس میں داخل ہوں۔

## مجاز کے حقیقت کا خلیفہ ہونے کی جہت

بالاتفاق مجاز حقیقت کا خلیفہ ہے، یعنی اعتبار میں اصل اور راجح حقیقت ہے۔ اسی طرح بالاتفاق خلیفہ میں اصل اور حقیقت کا متصور ہونا ضروری ہے اگرچہ کسی عارض کی وجہ سے نہ پایا جائے۔

مجاز حقیقت کا خلیفہ کس اعتبار سے ہے اس میں امام ابوحنیفہؒ اور امام صاحبینؒ کا اختلاف ہے۔ امام صاحبؒ کے نزدیک مجاز تکلم اور تلفظ میں حقیقت کا خلیفہ ہے۔ یعنی حقیقت کا تکلم اصل ہے اور مجاز کا تکلم خلیفہ ہے۔

پس اگر کلام ترکیب نحوی کے اعتبار سے درست ہو تو اس کا تکلم صحیح ہوگا اور مجاز کی طرف رجوع کرنے کے لئے کلام کے تکلم کا صحیح ہونا کافی ہوگا، خواہ اس کا ترجمہ صحیح ہو یا نہ ہو۔

امام صاحبینؒ کے نزدیک مجاز حکم میں حقیقت کا خلیفہ ہے۔ یعنی حکم میں حقیقت اصل ہے اور مجاز اس کا خلیفہ ہے۔ پس امام صاحبینؒ کے نزدیک ثبوت مجاز کے لئے معنی حقیقی کا ممکن ہونا ضروری ہے، اگر معنی حقیقی پر حکم لگانا ممکن ہو مگر کسی عارض کی وجہ سے اس پر عمل نہ کیا جا سکتا ہو تو معنی مجازی کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر معنی حقیقی ممکن نہ ہو تو کلام لغو ہوگا، معنی مجازی کی طرف نہیں جایا جائے گا۔

## معنی حقیقی متروک ہونے کے اسباب

جن اسباب وقرائن کی وجہ سے حقیقت متروک ہو جاتی ہے وہ پانچ ہیں:

(۱) محل کلام کی دلالت (۲) عادت وعرف کی دلالت (۳) متکلم کی طرف راجع

ہونے والے معنی کی دلالت (۴) سیاق نظم کی دلالت (۵) نفس کلام کی دلالت۔

**محل کلام کی دلالت :** جس کے لئے لفظ کا استعمال ہوا ہے وہ لفظ کے حقیقی معنی کی صلاحیت نہ رکھتا ہوتو حقیقی معنی متروک ہوجاتا ہے۔

**مثال:** لفظ ہبہ، تملیک، صدقہ اور بیع سے آزاد عورت کے نکاح کا منعقد ہونا۔ یہ الفاظ کسی چیز کی ذات کا مالک بنانے کے لئے وضع کئے گئے ہیں اگر آزاد عورت **وهبت نفسی منک** وغیرہ کسی سے کہےتو حقیقی معنی مراد نہ ہوگا کیوں کہ ان الفاظ کا محل استعمال آزاد عورت ہے جس کی ذات کسی کی مملوک بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے۔ بلکہ نکاح مجازی معنی مراد ہوگا۔

**عادت وعرف کی دلالت :** لفظ معنی حقیقی کے علاوہ کسی دوسرے معنی میں عرفاً اور عادتاً مستعمل اور مشہور ومتعارف ہوتو حقیقی معنی متروک ہوجاتا ہے۔

**مثال:** کسی نے کہا **لایاکل من هذه النخلة** تو عین نخلہ کھانے سے حانث نہ ہوگا۔ کیوں کہ حقیقی معنی اکل عین نخلہ عرف میں متروک ہے۔ مجازی معنی ثمر نخلہ مراد ہوگا۔ لہٰذا پھل کھانے سے حانث ہوگا۔

**متکلم کی جانب سے دلالت :** متکلم کی حالت وکیفیت، اس کے ارادے اور منشاء کی وجہ سے حقیقی معنی متروک ہوجاتا ہے۔

**مثال:** یمین فور جیسے بیوی شوہر کے گھر سے جانا چاہتی ہے اور شوہر کہے اِنْ خَـرَجْـتِ فَـاَنْـتِ طَـالِقٌ. اس کے معنی حقیقی یہ ہیں کہ عورت جب بھی گھر سے نکلے طلاق واقع ہوجائے لیکن متکلم کی کیفیت اور غصہ اس بات پر قرینہ ہے کہ مطلقاً نکلنے سے منع نہیں کرنا چاہتا ہے بلکہ خاص طور سے اس غصہ کے وقت نکلنے سے منع کرنا چاہتا ہے، چنانچہ اسی وقت نکلنے پر طلاق دینا مقصود ہے، پس اس وقت رک جائے اور دوسرے وقت نکلے تو طلاق

واقع نہ ہوگی۔

**سیاق نظم کی دلالت:** وہ لفظی قرینہ جو کلام کے آگے یا پیچھے لایا گیا ہو اور وہ قرینہ اس بات پر دال ہو کہ کلام کے حقیقی معنی متروک اور غیر مراد ہے تو حقیقی معنی متروک ہو جاتا ہے۔

**مثال:** فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ. اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا. حقیقی معنی یہ ہیں کہ مخاطب کو ایمان وکفر کے درمیان اختیار دیا گیا ہے مگر اِنَّـآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا. کا قرینہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ تہدید (دھمکانا) ہے۔

**نفس کلام کی دلالت:** سیاق وسباق، محل اور عادت کی طرف نظر کئے بغیر لفظ کا اپنے مآخذ اشتقاق اور مادۂ حروف کے اعتبار سے دلالت کی وجہ سے حقیقی معنی متروک ہو جاتا ہے۔

**مثال:** اگر کسی شخص نے کہا واللّٰہِ لَا اٰکُلُ لَحْمًا تو یہ قسم مچھلی کے گوشت کو شامل نہ ہوگی اگرچہ لفظ لحم وضع کے اعتبار سے لحم سمک کو بھی شامل ہے لیکن لفظ لحم اپنے ماخذ اشتقاق اور مادہ حروف ل، ح، م کے اعتبار سے شدت اور قوت پر دلالت کرتا ہے۔ مچھلی میں خون نہ ہونے کی وجہ سے اس میں شدت نہیں۔ لہٰذا نقصانِ معنی کی وجہ سے مأخذ اشتقاق کی دلالت کی وجہ سے لحم سمک، لحم سے خارج ہو جائے گا۔

**صریح:** وہ لفظ ہے جس کے معنی اور مراد بالکل ظاہر ہوں اس میں کسی طرح کا احتمال نہ ہو، بلکہ لفظ کے بولتے ہی اس کی مراد سمجھ میں آجائے، جیسے بِعْتُ، اِشْتَرَيْتُ.

**صریح کا حکم:** حکم نفس کلام سے متعلق ہوتا ہے اور کلام اپنے معنی اور مراد کے قائم مقام ہوتا ہے، حتی کہ کلام صریح کا حکم نیت کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ کلام صریح سے بغیر نیت حکم کا ثبوت ہوتا ہے۔

**کنایہ:** وہ لفظ ہے جس کی مراد پوشیدہ ہو اور بغیر قرینہ کے سمجھ میں نہ آتی ہو۔ جیسے شوہر کا اپنی بیوی سے اَنْتِ بَائِنٌ کہنا۔

**کنایہ کاحکم:** اس پر عمل کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب متکلم کی طرف سے نیت پائی جائے یا نیت کے قائم مقام دلالت حال وغیرہ کوئی چیز پائی جائے۔

**تنبیہ** : (۱) کلام میں صریح اصل ہےاور کنایہ خلاف اصل ہے جس میں ایک گونہ قصور ہوتا ہے۔ (۲) مجاز لوگوں کے درمیان متعارف ہونے سے پہلے کنایہ ہوتا ہے، متعارف ہونے کے بعد صریح ہوجاتا ہے۔

# چوتھی تقسیم

چوتھی تقسیم اس اعتبار سے ہے کہ مجتہد احکام نظم (لفظ کی مراد) پر کس طرح واقف ہوگا۔

اس تقسیم کے تحت چار قسمیں ہیں:

(۱)استدلال بعبارۃ النص (۲)استدلال باشارۃ النص

(۳)استدلال بدلالۃ النص (۴)استدلال باقتضاء النص۔

**دلیل حصر:** دلیل پیش کرنے والا نظم سے دلیل پیش کرے گا یا معنی سے، اگر نظم سے دلیل پیش کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں اس نظم کو معنی کے لئے قصداً لایا گیا ہوگا یا نہیں، اگر اول ہے تو استدلال بعبارۃ النص ہے اور اگر ثانی ہے تو استدلال باشارۃ النص ہے۔اور اگر معنی سے دلیل پیش کرے گا تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں وہ معنی بغیر فکر واجتہاد کے اس نظم سے لغۃً مفہوم ہوگا یا نہیں اگر اول ہے تو استدلال بدلالت النص ہے اور اگر ثانی ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔اس معنی پر نظم کی صحت عقلاً یا شرعاً موقوف ہوگی یا نہیں اگر اول ہے تو استدلال باقتضاء النص ہےاور اگر ثانی ہے تو استدلالات فاسدہ میں سے ہے۔

**تنبیہ** : عبارۃ النص ،اشارۃ النص ،دلالت النص اور اقتضاء النص اور استدلال بعبارۃ النص ،

استدلال باشارۃ النص، استدلال بدلالۃ النص اور استدلال باقتضاء النص کی تعریف نہیں کی گئی ہے بلکہ اس حکم اور اس بات کی تعریف کی گئی ہے جو ان چاروں سے ثابت ہوں۔

**استدلال:** اثر سے مؤثر کی طرف ذہن منتقل ہونا جیسے دھواں سے آگ کی طرف ذہن منتقل ہونا۔ بعض حضرات نے اس کے برعکس تعریف کی۔ مؤثر سے اثر کی طرف ذہن منتقل ہونا، یہاں پر یہی بعد والی تعریف مراد ہے۔

**عبارۃ النص:** وہ حکم ہے جس کے لئے کلام لایا گیا ہو اور کلام سے قصداً اس کا ارادہ کیا گیا ہو۔

**عبارۃ النص کا حکم:** عبارۃ النص قطعی الدلالۃ علیٰ المراد ہے۔ چنانچہ اس سے ثابت ہونے والے حکم پر قطعی طور پر عمل کرنا واجب ہے۔

**عبارۃ النص اور نص میں فرق:** عبارۃ النص میں جو سوق ہوتا ہے وہ صرف مقصود ہوتا ہے، خواہ اصلی ہو خواہ غیر اصلی ہو۔ اور نص میں جو سَوق ہوتا ہے وہ مقصود اصلی ہوتا ہے۔ گویا عبارۃ النص میں سَوق اس سَوق سے عام ہوتا ہے جو سَوق نص میں ہوتا ہے۔ الغرض ان دونوں میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔ عبارۃ النص اعم مطلق ہے اور نص اخص مطلق ہے۔

**اشارۃ النص:** وہ حکم ہے جو ثابت بعبارۃ النص کی طرح لفظ سے ثابت ہو مگر اس کے لئے کلام کو لایا نہ گیا ہو۔

**عبارۃ النص اور اشارۃ النص کی مثال:**

آیت: لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ (پ ۲۸) کا مقصد یہ ہے کہ فقراء مہاجرین کے لئے مال غنیمت میں سے حصہ واجب ہے اور کلام کو اسی مقصد کے لئے لایا گیا ہے، لہٰذا فقراء مہاجرین کے لئے مال غنیمت میں سے حصہ واجب ہونا ثابت بعبارۃ النص ہے اور اس آیت میں مہاجرین کے اموال سے ان کی

ملک زائل ہونے کی طرف اشارہ ہے اور یہ بات للفقراء کے صیغہ سے مفہوم ہے اور کلام کا مسوق و مقصود نہیں ہے تو مکہ کے اموال سے مہاجرین کی ملک کا زائل ہونا اور کفار کی ملک میں آجانا اشارۃ النص سے ثابت ہے۔

**دلالۃ النص:** وہ حکم و معنی ہے جو معنی نص سے لغۃً ثابت ہو نہ کہ رائے سے استنباط و اجتہاد کے طور پر۔ یعنی مجتہد کے اجتہاد کو اس میں کوئی دخل نہ ہو۔

**مثال:** ضرب و شتم اور ہر اس طریقہ کے اختیار کرنے کا حرام ہونا جس سے والدین کو ایذا پہنچتی ہو، کیوں کہ **فَلاتَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ** کے معنی التزامی ''ایلام'' سے یہ بھی مفہوم ہے کہ والدین کو ضرب و شتم اور دیگر طریقوں سے ایذا مت پہنچاؤ اس کو جاننے کے لئے کسی اجتہاد کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہر لغت عرب کا جاننے والا اس کو سمجھ لے گا۔

**تنبیہ:** دلالۃ النص کی تعریف میں معنی سے مراد وہ التزامی معنی ہے جو معنی لفظ سے لغۃً مفہوم ہوتا ہے، وہ معنی مراد نہیں ہے جو لفظ کا موضوع لہ ہوتا ہے۔

**دلالۃ النص کا حکم:** ثابت بدلالت النص، ثابت باشارۃ النص کے مثل ہے قطعی اور مفید یقین ہونے میں۔

یعنی دلالت النص اور اشارۃ النص دونوں قطعی الدلالات اور مفید یقین ہیں مگر تعارض کے وقت دلالۃ النص اشارۃ النص کی بہ نسبت کمتر ہوگی، چنانچہ اشارۃ النص پر عمل کرنا اولیٰ ہوگا اور اسی کو ترجیح حاصل ہوگی۔

**تنبیہ:** ثابت بدلالت النص میں عموم و خصوص جاری نہیں ہوتا ہے۔ جب کہ ثابت باشارۃ النص میں عموم و خصوص جاری ہوتا ہے۔

**اقتضاء النص یعنی مقتضیٰ:** نص یعنی منصوص علیہ پر ایسی چیز کی زیادتی کا نام ہے جو منصوص علیہ کے صحیح ہونے کی شرط بن کر ثابت ہوئی ہو۔ (گویا وہ زیادتی نص کی چاہی

ہوئی ہوتی ہے۔
**مقتضیٰ کی مثال:** کسی کا قول کسی سے اَعْتِقْ عَبْدَکَ عَنِّیْ بِاَلْفِ دِرْھَمٍ صحیح ہونے کے لئے بیع اور توکیل بالاعتاق کا تقاضا کرتا ہے۔ لہٰذا بیع اور توکیل مقتضیٰ ہے اس کی اصل عبارت ہوئی بِعْ عَبْدَکَ عَنِّی بِاَلْفِ دِرْھَمٍ ثُمَّ کُنْ وَکِیْلِیْ بِالْاِعْتَاقِ.
**مقتضیٰ کا حکم:** حکم قطعی کو ثابت کرنے میں دلالت النص اور مقتضیٰ دونوں برابر ہیں جس طرح دلالت النص سے ثابت ہونے والا حکم قطعی ہوتا ہے اسی طرح مقتضیٰ سے ثابت ہونے والا حکم بھی قطعی ہوگا۔ مگر تعارض کے وقت دلالت النص کو مقتضیٰ پر ترجیح حاصل ہوگی۔ یعنی دلالت النص سے ثابت ہونے والے حکم پر عمل ہوگا۔ اور مقتضی سے ثابت شدہ حکم متروک ہوگا۔
**تنبیہ:** مقتضیٰ اپنے حکم کے ساتھ ملکر نص (کلام منصوص علیہ) یعنی مقتضِی کا حکم واقع ہوگا اور مقتضِی کی طرف منسوب ہوگا۔

## اختیاری

**مقتضِی:** وہ کلام منصوص علیہ جس کی صحت اس زیادتی پر موقوف ہے۔
**اقتضاء:** شرع کا اس بات پر دلالت کرنا کہ کلام منصوص علیہ اس زیادتی کے بغیر درست نہیں ہے۔ بعض نے فرمایا کلام منصوص علیہ کا اس زیادتی کو طلب کرنا۔ بعض نے کہا کہ مقتضِی اور مقتضیٰ کے درمیان نسبت کا نام ہے۔
**محذوف:** وہ چیز ہے جس کو کلام سے اختصار کے پیش نظر ساقط کردیا گیا ہو۔ اور باقی کلام اس پر دلالت کرتا ہو۔

## مقتضیٰ اور محذوف میں فرق

فرق نمبر(۱) مقتضیٰ شرعاً ثابت ہوتا ہے اور محذوف لغۃً ثابت ہوتا ہے۔
**وضاحت:** یعنی اگر کلام کے اندر زیادتی کسی حکم شرعی کی وجہ سے ہوئی نہ کہ حکم لغوی کی وجہ سے تو یہ زیادتی مقتضیٰ ہے اور اگر حکم لغوی کی وجہ سے ہوئی نہ کہ حکم شرعی کی وجہ سے تو یہ زیادتی محذوف ہے۔
فرق نمبر(۲) مقتضیٰ (بالفتح) کے ظہور و وجود کے وقت مقتضی (بالکسر) اپنی سابقہ حالت پر ثابت اور برقرار رہتا ہے، اس میں لفظ اور معنی کے اعتبار سے کسی طرح کا کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا ہے۔ جب کہ محذوف کو جب مقدر مان کر ذکر کیا جاتا ہے تو کلام لفظ اور معنی دونوں اعتبار سے اپنی سابقہ حالت پر برقرار نہیں رہتا ہے بلکہ متغیر ہو جاتا ہے۔
فرق نمبر(۳) ہمارے نزدیک مقتضی میں نہ عموم ہوتا ہے اور نہ خصوص، جب کہ محذوف میں عموم وخصوص دونوں ہوتے ہیں۔
امام شافعی کے نزدیک محذوف کی طرح مقتضیٰ میں بھی عموم وخصوص دونوں جاری ہوتے ہیں۔

☆☆☆

# وجوہِ فاسدہ

احناف کے نزدیک استدلالات صرف چار ہیں: عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص، اقتضاء النص۔ احناف صرف ان چاروں طریقوں پر استدلال کرتے ہیں، ان کے علاوہ کسی دوسرے طریقہ پر استدلال نہیں کرتے، لیکن علماء احناف کے علاوہ دوسرے حضرات ان چار طریقوں کے علاوہ دوسرے طریقوں پر استدلال کرتے ہیں، احناف کے نزدیک استدلال کے وہ طریقے فاسد ہیں۔ ان فاسد طریقوں کو وجوہ فاسدہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔

**حسامی میں پانچ وجوہ فاسدہ بیان کئے گئے ہیں:**

(۱) جب کسی حکم کو اس کے اسم علم (ذاتی نام) کے ساتھ بیان کیا جائے تو اس سے یہ ثبوت ہوتا ہے کہ یہ حکم اس شے کے ساتھ خاص ہے اوروں میں یہ حکم نہیں پایا جاسکتا ہے۔

(۲) جب حکم کسی شرط پر معلق ہو یا حکم کی نسبت ایسے مسمّٰی (ذات) کی طرف کی جائے جس میں کسی خاص وصف کی رعایت کی گئی ہو تو ان دونوں صورتوں میں شرط نہیں پائی جائے گی تو حکم نہیں پایا جائے گا۔ اور ایسے ہی اگر وہ وصف نہ پایا جائے تو بھی حکم نہ پایا جائے گا۔

(۳) مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا، یعنی اگر کوئی حکم قرآن میں ایک جگہ مطلق بیان کیا گیا ہے اور دوسری جگہ مقید بیان کیا گیا ہے تو حکم مطلق کو حکم مقید پر محمول کیا جائے گا۔

(۴) جب کوئی حکم عام کسی سبب کے تحت نازل ہوا ہوگا تو اس حکم عام کو اسی سبب کے ساتھ خاص مانا جائے گا۔

(۵) اگر عبارت میں اتصال ہوگا تو دونوں کے حکم میں بھی اتصال ہوگا یعنی اگر ایک ہی عبارت اور سیاق میں متصلاً دو حکم مذکور ہوں تو دونوں کے حکم میں بھی اتصال ہوگا۔

# امر کی بحث

**امر:** کسی شخص کا برتر بن کر کسی سے اِفْعَلْ کہنا۔

**اِفْعَلْ کی مراد:** ہر وہ لفظ جو طلب فعل پر دلالت کرتا ہو اور اس کا آخر ساکن ہو خواہ امر حاضر ہو خواہ امر غائب ہو، خواہ امر متکلم ہو، معروف ہو یا مجہول ہو۔

**فائدہ:** امر خاص کی قبیل سے ہے، کیوں کہ صیغہ امر فعل کی گردانوں میں سے ایسا خاص لفظ ہے جو معنی خاص (معنی معین معلوم) یعنی طلب فعل پر دلالت کرتا ہے۔

**تنبیہ:** صیغۂ امر اور معنی امر یعنی وجوب کے درمیان جانبین سے اختصاص ہے، صیغہ امر سے صرف وجوب ثابت ہوگا اور وجوب صرف صیغۂ امر سے ثابت ہوگا۔

**امر، التماس اور دعا میں فرق:** امر میں طلب فعل علیٰ سبیل الاستعلاء ہوتا ہے۔ التماس میں طلب فعل مع التساوی ہوتا ہے۔ دعا میں طلب مع الخضوع ہوتا ہے۔

**امر کا موجب وحکم:** جمہور کے نزدیک امر کا موجب الزام یعنی وجوب ہے، ہاں اگر وجوب کے خلاف اباحت وندب وغیرہ دوسرے معنی پر دلیل وقرینہ موجود ہو تو امر اس معنی پر محمول ہوگا۔

**وجوب:** فعل کا جائز ہونا اور ترک فعل کا حرام ہونا۔

**ندب:** فعل اور ترکِ فعل دونوں کا جائز ہونا مگر فعل کا راجح ہونا اور ترک فعل کا مرجوح ہونا۔

**اباحت:** فعل اور ترکِ فعل دونوں کا جائز ہونا مگر کسی کو کسی پر ترجیح کا حاصل نہ ہونا۔

**فائدہ:** امر وجوب کا فائدہ دینے میں ممانعت سے پہلے اور ممانعت کے بعد یکساں وبرابر

ہے۔یعنی ممانعت سے پہلے اور ممانعت کے بعد دونوں صورت میں امر کا موجب وجوب ہے۔

تکرار نہ تو امر کا موجب ہے اور نہ ہی امر کا محتمل ہے۔

**تکرار:** کسی فعل کا بار بار واقع ہونا۔

**موجب و محتمل میں فرق:** موجب بغیر قرینہ کے ثابت ہوتا ہے۔اور محتمل بغیر قرینہ کے ثابت نہیں ہوتا ہے۔

امر کی دو قسمیں ہیں: (۱) مطلق عن الوقت (۲) مقید بالوقت

**مطلق عن الوقت:** وہ امر ہے جس میں مامور بہ کسی وقتِ محدود کے ساتھ اس طرح مقید نہ ہو کہ اس کے فوت ہونے سے مامور بہ کی ادا فوت ہوجائے۔جیسے امر بالزکوٰۃ۔

**مقید بالوقت:** وہ امر ہے جس میں مامور بہ ایسے معین ومحدود وقت کے ساتھ مقید ہو کہ جس کے فوت ہونے سے مامور بہ کی ادا فوت ہوجائے۔

## مقید بالوقت کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وقت مودّیٰ کے لئے ظرف ہو۔ادا کے لئے شرط ہو اور وجوب کے لئے سبب ہو۔جیسے نماز کا وقت۔

**حکم:** مامور بہ دوسرے فعل کے منافی نہیں ہوتا۔اس وقت میں اسی جنس کی دوسری عبادت بھی کی جاسکتی ہے۔

(۲) وقت مامور بہ کے لئے معیار ہو اور اس کے وجوب کے لئے سبب ہو جیسے روزہ کا وقت۔

**حکم:** اس وقت میں مامور بہ کی جنس کی دوسری عبادت مشروع نہیں رہتی۔

(۳) مامور بہ ایسے وقت کے ساتھ مقید وموقت ہو جس وقت کا حال مشکل ومشتبہ ہو۔توسع اور تضییق کی معرفت دشوار ہو وجیسے حج کا وقت۔

**حکم:** امام محمد کے نزدیک حج علی التراخی واجب ہے بہ شرطے کہ عمر میں فوت نہ ہو۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حج کی ادائیگی کے لئے پہلا سال متعین ہے گویا امام محمدؒ نے ظرف ہونے کا لحاظ کیا، امام ابو یوسفؒ نے معیار ہونے کا لحاظ کیا۔

امر سے ثابت ہونے والی چیز کی دو قسم ہے: (۱) ادا (۲) قضا۔

**ادا:** واجب کے سبب کی وجہ سے جو چیز امر کے ذریعہ ذمہ میں ثابت ہوتی ہے بعینہٖ اس کو اس کے مستحق کی طرف سپرد کرنا۔

**قضا:** امر کے ذریعہ واجب ہونے والی چیز کو ایسے مثل کے ذریعہ سے ساقط کرنا جو مثل مکلّف کے پاس سے ہو اور اس کا حق ہو۔

عام مشائخ احناف کے نزدیک قضا بمثل معقول اسی سبب سے واجب ہوتی ہے جس سے ادا واجب ہوئی ہے۔ قضا کے لئے کسی سبب جدید اور نص جدید کا ہونا ضروری نہیں ہے، اور بعض مشائخ کے نزدیک قضا کے لئے ادا کے سبب کے علاوہ نئے سبب کا ہونا ضروری ہے۔

قضا بمثل غیر معقول کے لئے بالاتفاق سبب جدید اور نص جدید کا ہونا ضروری ہے۔

ادا کی دو قسم ہے: (۱) ادا محض (۲) ادا مشابہ بالقضا۔

**اداءِ محض:** وہ ادا ہے جس میں کسی بھی اعتبار سے قضا کے ساتھ مشابہت نہ ہو، نہ تغیر وقت کے اعتبار سے اور نہ التزام کے اعتبار سے۔

**اداء مشابہ بالقضاء:** وہ اداء جس میں التزام کے اعتبار سے قضا کے ساتھ مشابہت ہو جیسے لاحق کا فعل امام کے فارغ ہونے کے بعد۔

اداء محض کی دو قسم ہے: (۱) اداء کامل (۲) اداء قاصر۔

حسامی میں اداء محض سے اداء محض کامل مراد ہے۔

**ادا کامل:** وہ ہے جس کو انسان اس کے وصف کامل کے ساتھ اس طریقہ پر ادا کرے جس پر وہ مشروع ہے جیسے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا۔

**اداء قاصر:** وہ ہے جس کو انسان اس طریقہ پر ادا نہ کرے جس پر وہ مشروع ہے۔ جیسے بغیر جماعت منفرداً نماز ادا کرنا۔

قضا کی دو قسم ہے: (۱) قضا بمثل معقول (۲) قضا بمثل غیر معقول۔

**قضا بمثل معقول:** عقل اس کی مماثلت کا ادراک کر سکے جن کے ادا اور قضا کے درمیان صورۃً و معنیً مشابہت ہو۔ جیسے نماز کی قضا نماز کے ذریعہ۔

**قضا بمثل غیر معقول:** شرع کے بغیر محض عقل سے اس کی مماثلت کا ادراک نہ کیا جا سکے، جیسے فدیہ شیخ فانی کے لئے روزہ کے عوض میں۔

**قدرت ممکنہ:** وہ ادنیٰ درجہ کی قدرت ہے جس کے ذریعہ مکلّف مامور بہ کے ادا کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

**قدرت میسرہ:** وہ قدرت جو آسانی اور سہولت پیدا کرنے کے لئے ہو۔

**قدرت ممکنہ اور قدرت میسرہ میں فرق:**

جو عبادت قدرت ممکنہ کی وجہ سے واجب ہوتی ہے وہ قدرت ممکنہ کے ختم ہو جانے سے مکلّف کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ اور جس عبادت کے وجوب میں قدرت میسرہ شرط ہے اس میں قدرت میسرہ ختم ہونے سے وجوب بھی ساقط ہو جاتا ہے۔

**تنبیہ:** قدرت ممکنہ کا متوہم الوجود ہونا شرط ہے متحقق الوجود ہونا شرط نہیں ہے۔ قدرت کا متحقق الوجود ہونا ادا پر مقدم نہیں ہوتا بلکہ ادا کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے اور قدرت کا متوہم الوجود ہونا ادا پر مقدم ہوتا ہے۔

مامور بہ کے لئے صفت حسن کا پایا جانا ضروری ہے، کیوں کہ آمر حکیم (اللہ) ہے

اور حکیم اچھی چیزوں کا امر کرتا ہے۔ پس حکیم جس چیز کا امر کرے گا یعنی مامور بہ وہ یقیناً حسن ہوگی۔

مامور بہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) حسن لعینہٖ (۲) حسن لغیر ہٖ

**حسن لعینہٖ:** وہ مامور بہ جس میں حسن ایسے معنی کی وجہ سے ہو جو معنی اس مامور بہٖ میں موجود ہو جیسے نماز۔

**حسن لغیر ہٖ:** وہ مامور بہ جس میں حسن ایسے معنی کی وجہ سے ہو جو معنی اس کے غیر میں ہے جیسے وضو۔

## حسن لعینہٖ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ مامور بہ جن کی ذات و وضع میں وہ معنی موجود ہوں جس کی وجہ سے مامور بہ میں حسن آیا ہے جیسے نماز۔

(۲) وہ مامور بہ جو بالواسطہ حسن لعینہ سے ملحق ہو جیسے روزہ، زکوٰۃ۔

**حسن لعینہٖ کی دونوں قسموں کا حکم:** جب مامور بہ ثابت ہو گیا تو وہ صرف دو طریقوں سے ساقط ہوسکتا ہے اول یہ کہ مکلّف مامور بہ کو ادا کر دے یا پھر کوئی ایسا عارض پیش آ جائے جس کو بنفسہٖ واجب کو ساقط کرنے میں تاثیر ہو۔

## حسن لغیر ہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) یہ کہ جن معنی کی وجہ سے مامور بہ میں حسن آیا ہے وہ مامور بہ کے بعد مستقل فعل سے حاصل ہو۔ یعنی مامور بہ کے ادا کرنے سے وہ غیر جس کی وجہ سے حسن آیا ہے ادا نہ ہو بلکہ اس کے لئے مستقل فعل کرنے کی ضرورت پڑے جیسے وضو۔

(۲) یہ ہے جس غیر کی وجہ سے مامور بہ میں حسن آیا ہے وہ غیر نفس مامور بہ سے ادا ہو جائے مستقل کسی عمل کی ضرورت نہ پڑے، جیسے جہاد، نماز جنازہ۔ مثال اول میں وہ

غیر اعلاء کلمۃ اللہ اور دفع شرک ہے جب کہ دوسری مثال میں تعظیم مسلم ہے۔

**حسن لغیرہٖ کی دونوں قسم کا حکم:** جب تک وہ غیر جس کی وجہ سے مامور بہ میں حسن آیا ہے باقی رہے گا تو مامور بہ بھی باقی رہے گا اور غیر ساقط ہو جائے گا تو مامور بہ بھی ساقط ہو جائے گا۔

# نہی کا بیان

**نہی:** کسی دوسرے سے استعلاء کے طور پر **لا تفعل** کہنا۔

**فائدہ:** نہی خاص کی قبیل سے ہے کیوں کہ نہی ایسا لفظ ہے جو معنی معلوم یعنی تحریم کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

**منہی عنہ کی دو قسم ہے:** (۱) قبیح لعینہٖ (۲) قبیح لغیرہٖ

**قبیح لعینہٖ:** وہ منہی عنہ ہے جس کی ذات میں قبح ہو۔

**قبیح لغیرہٖ:** وہ منہی عنہ ہے جس کی ذات میں قبح نہ ہو بلکہ غیر کی وجہ سے اس میں قبح آیا ہو۔

**قبیح لعینہٖ کی دو قسم ہے:** (۱) قبیح لعینہٖ وضعاً (۲) قبیح لعینہٖ شرعاً

**قبیح لعینہٖ وضعاً:** وہ ہے جس کا قبح وضعی ہو ورودِ شرع پر موقوف نہ ہو بلکہ اس کی قباحت عقلی ہو جیسے کفر۔

**قبیح لعینہٖ شرعاً:** وہ ہے جس کا قبح محض شرع سے معلوم ہو، عقل اس کے قبح کا ادراک کرنے سے قاصر ہو۔ جیسے حالت حدث میں نماز۔

**قبیح لعینہٖ کی دونوں قسم کا حکم:** منہی عنہ من کل وجہ غیر مشروع ہوتا ہے، نہ تو ذاتاً مشروع ہوتا ہے نہ ہی وصفاً۔

**قبیح لغیرہٖ کی دو قسم ہے:** (۱) قبیح لغیرہٖ وصفاً (۲) قبیح لغیرہٖ مجاوراً

**قبیح لغیر ہٖ وصفاً:** یہ ہے کہ وہ معنی غیر جس کی وجہ سے منہی عنہ میں قباحت آتی ہے وہ منہی عنہ کے ساتھ وصف لازم کے طور پر متصل ہو بایں طور کہ منہی عنہ سے کبھی جدا نہ ہوتا ہو۔ جیسے یوم نحر کا روزہ۔

**قبیح لغیر ہٖ مجاوراً:** یہ ہے کہ معنی غیر جس کی وجہ سے منہی عنہ میں قباحت آتی ہے منہی عنہ کا وصف لازم نہ ہو بلکہ اتفاقاً اجتماع ہو گیا ہو۔ جیسے بیع بہ وقت ندا۔

**قبیح لغیر ہ وصفاً کا حکم:** فعل منہی عنہ فاسد ہوگا۔

**قبیح لغیر ہ مجاوراً کا حکم:** نہی کے بعد بھی منہی عنہ مشروع اور صحیح ہوگا۔ افعال حسیہ سے نہی قبیح لعینہ پر واقع ہوگی اور افعال شرعیہ سے نہی قبیح لغیرہ وصفاً پر واقع ہوگی۔

**افعال حسیہ:** وہ افعال ہیں جن کے معانی ومفاہیم جو شریعت کے آنے سے پہلے تھے، وہی بعد میں بھی ہوں۔ ان میں تبدیلی نہ ہوئی ہو۔ جیسے زنا، قتل وغیرہ۔

**افعال شرعیہ:** وہ افعال ہیں جن کے معانی ومفاہیم جو شریعت کے آنے سے پہلے تھے وہ بعد میں نہ ہوں بلکہ شریعت کے آنے کے بعد تغیر واقع ہوا ہو، جیسے صلوٰۃ، صوم وغیرہ۔

## امر اور نہی کا حکم ان کی ضد میں

اس میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ امر بالشی اس کی ضد سے نہ تو نفس نہی ہوگا اور نہ نہی کو متضمن ہوگا۔ اسی طرح نہی عن الشی نہ تو اس کی ضد کا امر ہوگا اور نہ امر کو متضمن ہوگا۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ امر بالشی اس کی ضد سے نفس نہی ہے۔ اسی طرح نہی عن الشی اس کی ضد کا نفس امر ہے۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ امر بالشی اس کی ضد سے نفس نہی تو نہیں ہے البتہ نہی کو متضمن ہے۔ اسی طرح نہی عن الشی اس کی ضد کا نفس امر تو نہیں ہے البتہ اس کی ضد کے

امر کو متضمن ہے۔

مذہب مختار یہ ہے کہ امر بالشی اس چیز کی ضد کے مکروہ تحریمی ہونے کا تقاضا کرتا ہے جب کہ ضد کے ساتھ مشغول ہونا مامور بہ کو فوت نہ کرتا ہو، اور اگر مشغول ہونا مامور بہ کو فوت کرے تو ضد پر عمل کرنا حرام ہوگا۔

اور نہی عن الشی اس شی کی ضد میں اثبات سنت کا تقاضا کرتی ہے۔

دین کے اصول اور فروع شریعت اسلام میں ان اسباب کے ساتھ مشروع ہیں جن کو شارع نے اصول اور فروع کے لئے اسباب بنایا ہے۔

**سبب کا لغوی معنی:** وہ چیز جس کے ذریعہ مقصود تک رسائی ممکن ہو۔

**سبب کا شرعی مفہوم:** ہر وہ وصف ظاہر جو منضبط ہو اور نقلی دلیل اس بات پر دلالت کرے کہ وہ وصف حکم شرعی کو ثابت کرنے کے لئے معرِّف اور شناخت کا ذریعہ ہے۔

سبب سے نفسِ وجوب ثابت ہوتا ہے جب کہ امر سے وجوبِ ادا کا ثبوت ہوتا ہے۔

**سببیت کے پہچاننے کی دو علامتیں ہیں:**

(۱) ایک یہ کہ حکم سبب کی طرف مضاف ہوتا ہے، جیسے صلوٰۃ العصر، صومِ رمضان۔

(۲) دوسری علامت یہ ہے کہ حکم سبب کے لئے لازم ہوتا ہے اور سبب کے تکرار سے حکم مکرر ہوتا ہے۔

**عزیمت:** احکام شرع میں وہ چیز ہے جو اصل ہو اور عوارض کے ساتھ متعلق نہ ہو، جیسے رمضان کا روزہ۔

**رخصت:** احکام شرع میں وہ چیز ہے جو بندوں کے اعذار پر مبنی ہو جیسے عذر سفر کی وجہ سے قصر صلوٰۃ کی مشروعیت۔

**عزیمت کی چار قسم ہے:** (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) نفل۔

**فرض:** وہ حکم ہے جس کا ثبوت ایسی دلیل سے ہو جس میں شبہ نہ ہو جیسے ایمان، پنجوقتہ نماز وغیرہ۔

**حکم فرض:** اس کی فرضیت کا قائل ہونا، قلب سے تصدیق کرنا نیز جوارح سے اس پر عمل کرنا لازم ہے، یہاں تک کہ فرض کے منکر کی تکفیر کی جائے گی اور بلا عذر تارک کی تفسیق کی جائے گی۔

**واجب:** وہ حکم ہے جس کا ثبوت ایسی دلیل سے ہو جس میں شبہ ہو جیسے تعدیل ارکان۔

**حکم واجب:** عمل بالجوارح کا لازم ہونا، البتہ فرضیت کا اعتقاد لازم نہیں ہے۔اس کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔واجب کو غیر اہم سمجھ کر ترک کرنے والے کی تفسیق کی جائے گی اور تاویل کے ساتھ ترک کرنے والے کی تفسیق نہیں کی جائے گی۔

**سنت:** دین میں رائج طریقہ

**حکم سنت:** بغیر فرض اور بغیر وجوب کے اس کی بجا آوری مطلوب ہے۔

**سنت کی دو قسم ہے:** (۱) سنت ہدیٰ (۲) سنت زوائد

**سنت زوائد:** وہ سنت ہے جس کا تارک ملامت اور سزا کا مستحق نہ ہو۔اس کی مثال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتیں۔آپ کا کھڑا ہونا۔بیٹھنا، سونا وغیرہ۔

**سنت ہدیٰ:** وہ سنت ہے جس کا ترک کرنے والا ملامت اور سزا کا مستحق ہو جیسے اذان، جماعت، اقامت۔

**نفل:** وہ خاص زیادتی جو فرائض، واجبات اور سنتوں پر ہو جو ہمارے فائدے کے لئے مشروع ہو نہ کہ ہمارے نقصان کے لئے۔

**حکم نفل:** اس کے کرنے پر ثواب ملے گا چھوڑنے پر سزا نہیں ملے گی، شروع کر کے چھوڑنے پر ضامن ہوگا۔

**رخصت کی چار قسمیں ہیں:** اولاً دو قسم (۱) حقیقی رخصت، (۲) مجازی رخصت۔ پھر حقیقی رخصت کی دو قسم ہیں (۱) احق، (۲) غیر احق۔ مجازی رخصت کی بھی دو قسم ہیں (۱) اتم، (۲) غیر اتم۔

**حقیقی رخصت:** یہ ہے کہ رخصت کا اطلاق حقیقۃً ہو۔

**مجازی رخصت:** یہ ہے کہ رخصت کا اطلاق مجازاً ہو۔

وجود عزیمت کے وقت رخصت کا اطلاق حقیقت ہے۔

عزیمت کے موجود نہ ہونے کی صورت میں رخصت کا اطلاق مجاز ہے۔

**حقیقی رخصت احق:** یہ ہے کہ سبب حرمت اور حرمت کے قائم ہونے کے باوجود اباحت کا معاملہ کیا جائے۔ مثلاً مکرہ کا اپنی زبان پر کلمۂ کفر جاری کرنا۔

**حقیقی رخصت غیر احق:** یہ ہے کہ سبب حرمت کے موجود ہونے اور حکم سبب کے موخر ہونے کے باوجود اباحت کا معاملہ کیا جائے، جیسے مریض ومسافر کا افطار۔

**حقیقی رخصت احق کا حکم:** عزیمت پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

**حقیقی رخصت غیر احق کا حکم:** عزیمت پر عمل کرنا افضل ہے جب کہ نفس کے ہلاک ہونے کا خوف نہ ہو، اگر نفس کے ہلاک ہونے کا خوف ہوگا تو رخصت پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

**مجازی رخصت اتم:** وہ احکام شاقہ اور مجاہدے ہیں جو ہم سے اٹھالئے گئے ہیں، حتی کہ مشروع بھی نہیں ہیں۔ جیسے خطا کار اعضاء کو کاٹ دینا۔

**مجازی رخصت غیر اتم:** وہ احکام جو فی الجملہ بعض مواضع میں مشروع ہونے کے باوجود بعض مواقع میں بندوں سے ساقط ہو جاتے ہیں، جیسے تعیین مبیع جو تمام بیع میں شرط ہے مگر بیع سلم میں ساقط ہے۔

☆☆☆

# سنت کا بیان

**سنت:** لغت میں طریقہ اور عادت کا نام ہے۔ اور شرع میں سنت کا اطلاق ہوتا ہے ان عبادات نافلہ پر جس کے کرنے پر ثواب ملے اور چھوڑنے پر سزا نہ ملے۔

بیان ادلہ کے موقع پر سنت سے مراد وہ قول و فعل اور تقریر ہے جس کا صدور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کے علاوہ ہوا ہو۔

**سنت و حدیث میں فرق:** سنت کا اطلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور سکوت اسی طرح صحابہ کے اقوال وافعال پر ہوتا ہے اور حدیث کا اطلاق صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال پر ہوتا ہے۔ لہٰذا سنت عام ہے اور حدیث خاص ہے۔

وہ تمام تقسیمات واقسام جو کتاب اللہ میں جاری ہوتی ہیں سنتِ رسول یعنی قول رسول میں بھی جاری ہوں گی۔

ہمارے پاس سنت کے پہنچنے کے اعتبار سے سنت کی دو قسم ہے:

(۱) مرسل (۲) مسند

**مرسل:** وہ سنت ہے جس میں راوی ان واسطوں کو چھوڑ دے جو اس کے درمیان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہوا اور کہے قال النبی ﷺ کذا۔

**مسند:** وہ سنت ہے جس میں راوی تمام واسطوں اور راویوں کا ذکر کرے اور کہے: حدثنا فلان عن فلان عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم .

مرسل کی چار قسم ہے:

(۱) صحابی کی مرسل (۲) تابعی اور تبع تابعی کی مرسل (۳) صحابی، تابعی اور تبع تابعی کے بعد والوں کی مرسل (۴) من وجہ مرسل اور من وجہ مسند۔

**صحابی کی مرسل:** صحابی نے اپنے شیخ کا ذکر نہ کیا ہو اور براہ راست قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیا ہو۔

**تابعی اور تبع تابعی کی مرسل:** تابعی نے صحابی کا ذکر نہ کیا ہو اور قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیا ہو۔ تبع تابعی نے تابعی اور صحابی دونوں کا ذکر نہ کیا ہو اور قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیا ہو۔ یا تابعی کا ذکر نہ کیا ہو اور صحابی کا ذکر کر کے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیا ہو۔

**صحابی، تابعی اور تبع تابعی کے بعد والوں کی مرسل:** صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے بعد کے راویوں میں سے کسی عادل راوی نے ارسال کیا ہو، درمیان کے واسطوں کو ذکر نہ کیا ہو۔

**من وجہ مرسل من وجہ مسند:** ایک راوی نے ارسال کیا ہو اور ایک راوی نے اسناد واتصال کیا ہو۔ یا ایک راوی نے ایک مرتبہ اسناد کیا ہو اور ایک مرتبہ ارسال کیا ہو۔

**فائدہ:** مرسل من الصحابی سماع پر محمول ہے۔ یعنی صحابہ کی روایات کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ انھوں نے بذات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ اس وجہ سے مرسل من الصحابی بالاجماع مقبول ہے۔

مرسل من التابعی وتبع تابعی علماء احناف اور امام مالک وغیرہ کے نزدیک مقبول ہے کیوں کہ ارسال کرنے والے راوی کے لئے اس حدیث کے ثبوت کا معاملہ بالکل واضح ہو گیا اور اس کی صحت کا پورا پورا یقین ہو گیا اس بنا پر اپنے اوپر کے راوی کا ذکر ترک

کردیا۔

مرسل من التابعی وتبع تابعی مسند واحد سے فائق ہے، مرسل اور مسند میں تعارض کے وقت مرسل کو ترجیح حاصل ہوگی۔ کیوں کہ راوی کو حدیث مسند میں اس کی صحت پر کامل اعتماد نہیں ہوتا، اس لئے اپنے سر سے ذمہ داری ہٹا کر اس کے سر ڈال دیتا ہے جس سے سنا ہے۔

صحابی تابعی اور تبع تابعی کے بعد والوں کی مراسیل کے بارے میں علماء احناف کا اختلاف ہے۔ ہمارے بعض مشائخ مثلاً امام کرخیؒ کے نزدیک ان حضرات کی مراسیل کو قبول کیا جائے گا۔ اور دوسرے بعض مشائخ مثلاً عیسیٰ ابن ابانؒ کے نزدیک قرون ثلاثہ کے بعد کے لوگوں کی مراسیل مقبول نہ ہوں گی۔ لیکن علماء احناف کا یہ اختلاف اس وقت ہے جب کہ ثقہ لوگ قرون ثلاثہ کے بعد کے لوگوں کی مراسیل کو روایت نہ کرتے ہوں۔ ہاں اگر ثقہ لوگ ان کی مراسیل کو ان کی مسانید کی طرح روایت کرتے ہوں تو ان کی مراسیل کو قرون ثلاثہ کی مراسیل کی طرح بالاتفاق قبول کیا جائے گا۔

امام شافعیؒ کے نزدیک صحابہ کی مراسیل مقبول ہے، اور صحابہ کے بعد کے لوگوں میں صرف سعید بن المسیبؒ کی مراسیل کو قبول کرتے ہیں۔

مسند کی چند (یعنی تین) قسمیں ہیں: (۱) متواتر (۲) مشہور (۳) خبر واحد۔

**متواتر:** وہ خبر ہے جس کے روایت کرنے والے ہر دور میں اتنے ہوں کہ ان کی تعداد کو شمار نہ کیا جاسکتا ہو، علاوہ ازیں ان کی کثرت، ان کی عدالت اور ان کی رہائش گاہوں کی دوری کی بنا پر ان کا جھوٹ پر اتفاق ناممکن اور محال ہو۔ جیسے قرآن کی نقل۔ پانچوں نمازوں کی رکعتوں کی تعداد اور زکوٰۃ کی مقادیر وغیرہ۔ یہ مثالیں مطلق متواتر کی ہیں نہ کہ متواتر السنہ کی۔

**متواتر کا حکم:** خبر متواتر سے علم یقینی بدیہی حاصل ہوتا ہے۔

**مشہور:** وہ خبر ہے جو اصل یعنی قرن صحابہ میں خبر واحد ہو مگر قرن ثانی اور قرن ثالث میں اس کے روایت کرنے والے اتنے ہوں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کرنا ممکن اور متوہم نہ ہو۔

**مشہور کا حکم:** چونکہ خبر مشہور متواتر کے درجہ میں ہوگئی اس لئے امام ابوبکر جصاصؒ نے کہا کہ خبر مشہور خبر متواتر کی ایک قسم ہے۔ چنانچہ اس سے استدلال کے طریقے پر علم یقین کا ثبوت ہوگا، گویا ان کے نزدیک متواتر کی دو قسم ہے، ایک قسم وہ ہے جو اوپر گذری۔ اور دوسری قسم خبر مشہور۔

عیسیٰ بن ابان کا قول ہے کہ خبر مشہور متواتر سے کمتر اور خبر واحد سے فائق ہے، اس سے علم طمانینت حاصل ہوگا، اس کا منکر گمراہ اور فاسق تو کہا جائے گا لیکن کافر نہ کہا جائے گا۔

**خبر واحد:** وہ خبر ہے جس کے راوی ہر دور میں ایک یا دو یا اس سے زیادہ ہوں لیکن مشہور اور متواتر کی حد کو نہ پہنچے ہوں۔ خبر واحد کی مثال حدیث **لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب** ہے

**خبر واحد کا حکم:** آٹھ شرطوں کے ساتھ اس پر عمل کرنا واجب ہے، چار شرط کا تعلق تو نفس خبر سے ہے اور چار شرط کا تعلق مخبر (خبر دینے والے) سے ہے۔

جن چار شرطوں کا تعلق نفس خبر سے ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) خبر واحد کتاب اللہ کے مخالف نہ ہو۔

(۲) خبر واحد سنت مشہورہ کے خلاف نہ ہو۔

(۳) خبر واحد ایسے واقعہ میں آئی ہو جس کا تعلق عام لوگوں سے نہ ہو۔

(۴) خبر واحد ایسے واقعہ میں آئی ہو جس میں صحابہ کا اختلاف ظاہر نہ ہوا ہو، اور اس سے استدلال ومحاجہ کا چھوڑنا ظاہر نہ ہوا ہو۔

جن چار شرطوں کا تعلق مخبر سے ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) مخبر کا مسلمان ہونا۔

(۲) عادل ہونا یعنی دین پر ثابت قدم رہنا۔

(۳) مخبر کا کامل العقل ہونا۔

(۴) مخبر کا ضابط ہونا یعنی مخبر کا کلام کما حقہ سننا پھر اس کے معنی کو سمجھنا یاد کرنا اور اس کو باقی رکھنا۔

**معتوہ:** وہ شخص ہے جو کبھی عقلمندوں کی سی باتیں کرے اور کبھی پاگلوں جیسی، اسی طرح اس کا کام بھی خلط ملط ہو۔

**مستور الحال:** وہ آدمی جس کا نہ فاسق ہونا ظاہر ہوا اور نہ عادل ہونا۔

## معاملات تین طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) ایک وہ جن میں الزام محض ہوتا ہے۔

(۲) جن میں من وجہ الزام ہوتا ہے اور من وجہ الزام نہیں ہوتا ہے جیسے وکیل کو معزول کرنا۔

(۳) جن میں الزام کا معنی بالکل نہیں ہوتا ہے، جیسے وکالت، مضاربت، اذن فی التجارۃ وغیرہ۔

ان تین طرح کے معاملات میں سے تیسری قسم کا حکم یہ ہے کہ ہر تمیز وشعور رکھنے والے شخص کی خبر کا اعتبار ہوگا خواہ عادل ہو یا عادل نہ ہو بلکہ فاسق ہو، بچہ ہو یا بالغ، مسلمان ہو یا کافر۔ یعنی تیسری قسم کے معاملات میں مخبر سے متعلق جو چار شرطیں تھیں ان کی قید نہیں لگائی جائے گی۔

معاملات کی پہلی قسم کے اندر مخبر کی شہادت اسی وقت معتبر ہوگی جب اہلیت، ولایت، لفظ شہادت اور عدد ہو۔ معاملات کی دوسری قسم کے اندر کسی شخص کی شہادت اسی

وقت معتبر ہوگی جب عدد یا عدالت میں سے ایک ضرور موجود ہو۔

**تنبیه:** (۱) وہ امور دین جن سے لزوم متعلق ہے ان کی خبر کے مخبر میں چاروں شرطوں کا ملحوظ ہونا ضروری ہے۔

(۲) صاحب ہویٰ یعنی اگر کسی شخص نے اپنی ہویٰ اور خواہشات کو دین وملت بنالیا اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دینے لگا تو مذہب مختار کے مطابق اس کی روایت کردہ حدیث قابل قبول نہ ہوگی۔

**فائدۂ عظیمہ:** اگر راوی یعنی صحابی فقہ کے ساتھ اور اجتہاد میں دوسرے حضرات صحابہ پر تقدم وفوقیت کے ساتھ مشہور ہو تو قیاس کے مخالف ہونے کی صورت میں خبر واحد حجت ہوگی اور اس کی وجہ سے قیاس متروک ہوگا۔

**معروف بالفقہ حضرات صحابہؓ :**

خلفائے راشدین، عبادلہ ثلاثہ یعنی عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمرؓ۔ زید بن ثابت، معاذ بن جبل، ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عائشہؓ اور ان کے علاوہ وہ حضرات جو فقہ ونظر میں مشہور ہو گئے ہوں۔

اگر راوی عدالت، حفظ اور ضبط میں معروف ہو مگر فقہ میں معروف نہ ہو تو قیاس کے موافق ہونے کی صورت میں ان کی خبر واحد پر عمل کیا جائے گا، اور قیاس کے مخالف ہونے کی صورت میں متروک ہوگی اور قیاس پر عمل کیا جائے گا۔ کیوں کہ اگر مخالفتِ قیاس کے باوجود حدیث پر عمل کیا گیا تو قیاس کا دروازہ من کل وجہ بند ہو جائے گا۔

اگر کوئی راوی صحابی روایت حدیث اور عدالت میں مجہول ہو اس طور پر کہ وہ صرف ایک حدیث یا دو حدیثوں سے پہچانا جاتا ہے جس کو اس نے روایت کیا ہے تو اس کی پانچ قسم ہے۔

**پہلی قسم:** اس مجہول راوی سے سلف یعنی ان صحابہ کرامؓ نے روایت کی ہو جو عدالت اور فقہ کے ساتھ مشہور ہیں اور اس کی حدیث کی صحت کی شہادت دی ہو۔

**دوسری قسم:** اس مجہول راوی کی روایت جب سلف کو پہنچی ہو تو وہ لوگ اس مجہول راوی میں طعن کرنے سے سکوت کیئے ہوں۔

**پہلی قسم اور دوسری قسم کا حکم:**

ان دونوں قسموں میں اس مجہول راوی کی حدیث اسی درجہ کی شمار ہوگی جس درجہ میں اس راوی کی حدیث ہوتی ہے جو عدالت ضبط اور فقہ کے ساتھ معروف ہو۔ یعنی جس طرح معروف راوی کی حدیث قبول کی جاتی ہے اور اس کو قیاس پر مقدم کیا جاتا ہے اسی طرح اس مجہول راوی کی حدیث بھی قبول کی جائے گی اور اس کو قیاس پر مقدم کیا جائے گا۔

**تیسری قسم**

مجہول راوی کی حدیث میں سلف نے اختلاف کیا ہو، اس طور پر کہ بعض نے اس کو قبول کیا ہو اور بعض نے رد کیا ہو، بشرطے کہ اس مجہول راوی سے روایت کرنے والے ثقہ لوگ ہوں۔

**تیسری قسم کا حکم:** حنفیوں کے نزدیک مجہول راوی کی یہ حدیث بھی معروف راوی کی حدیث کی طرح قبول کی جائے گی اور اس کو قیاس پر مقدم کیا جائے گا۔

**چوتھی قسم:** مجہول راوی کی حدیث کو سلف نے صرف رد کیا ہو اور اس کو قبول نہ کیا ہو۔

**چوتھی قسم کا حکم:** اس مجہول راوی کی یہ حدیث مردود اور غیر مقبول ہوگی اور اس کو حدیث مستنکر کہا جائے گا۔

**پانچویں قسم:** راوی مجہول کی حدیث سلف میں ظاہر نہ ہوئی ہو اور نہ اس کو کسی نے قبول کیا ہو اور نہ رد کیا ہو۔

**پانچویں قسم کا حکم:** اس راوی مجہول کی اس حدیث پر عمل کرنا واجب نہ ہوگا، البتہ جائز ہوگا۔ بشرطے کہ وہ حدیث قیاس کے مخالف نہ ہو، بلکہ موافق ہو، کیوں کہ عہد صحابہ میں عدالت ہی اصل ہے۔ پس اگر اس زمانے میں کسی راوی کا حال معلوم نہ ہوتو اس کو عادل ہی سمجھا جائے گا اور اس کی حدیث پر عمل کرنا جائز ہوگا اور اگر ہمارے زمانے میں اس طرح کا کوئی مجہول راوی ہوتو اس کی حدیث پر عمل کرنا قطعا جائز نہ ہوگا کیونکہ ہمارے زمانے میں فسق غالب وظاہر ہے۔

## مسند کی جملہ اقسام کا خلاصہ

**خبر متواتر:** علم یقین کا فائدہ دیتی ہے۔

**خبر مشہور:** علم طمانینت کا فائدہ دیتی ہے۔

**خبر واحد:** غالب رائے یعنی ظن کا فائدہ دیتی ہے۔

اور خبر واحد میں سے حدیث مستنکر مفید وہم ہوتی ہے۔ اور وہم کسی چیز کا فائدہ نہیں دیتا ہے۔ لہٰذا اس پر عمل کرنا جائز نہ ہوگا۔ اور خبر واحد میں سے حدیث مستتر ایسے علم کا فائدہ دیتی ہے جس میں ثبوت اور عدم ثبوت کی جہت مساوی ہو۔ پس دونوں جہتوں کا اعتبار کرتے ہوئے اس پر عمل کرنا اور نہ کرنا یکساں ہوگا۔ یعنی اس پر عمل کرنا جائز ہوگا، واجب نہ ہوگا۔

## اختیاری

**علم الیقین:** جس میں جانب مخالف کا احتمال بالکل نہ ہو۔

**علم طمانینت:** جو قلب میں حاصل ہومگر اس میں کمزور سا احتمال جانب مخالف کا بھی ہو۔

**ظن:** جس میں ثبوت کی جہت راجح اور عدم کی جہت مرجوح ہو۔

**وہم:** جس میں عدم ثبوت راجح ہو۔

**علم طمانینت اور ظن میں فرق:** علم طمانینت میں عدم کی جہت بہت مرجوح ہوتی ہے اور ظن میں عدم کی جہت مرجوح تو ہوتی ہے لیکن اس درجہ میں نہیں۔

**تنبیہ:** (۱) اگر راوی روایت کرنے کے بعد قولاً یا عملاً اس کی مخالفت کی ہو یا ائمہ حدیث میں سے کسی دوسرے کی طرف سے اس کی مخالفت ہوئی ہو اور حدیث ایسی ظاہر ہو جو ائمہ صحابہ پر خفا کا احتمال نہ رکھتی ہو تو حدیث پر عمل ساقط ہو جائے گا اور منسوخ ہونے پر محمول کیا جائے گا۔

(۲) اگر مروی عنہ یعنی راوی کے شیخ نے حدیث کا انکار کر دیا ہو تو اس میں اختلاف ہے، بعض حضرات نے فرمایا کہ اس پر عمل ساقط ہوگا اور یہ قول حق کے زیادہ مشابہ ہے، دوسرے حضرات نے فرمایا کہ عمل ساقط نہ ہوگا۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ عمل ساقط ہونے کا قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور عمل ساقط نہ ہونے کا قول امام محمدؒ کا ہے۔

**طعن مبہم:** وہ طعن ہے جس میں سبب طعن وجرح نہ بیان کیا گیا ہو، مثلاً ائمہ حدیث میں سے کسی شخص کا کسی حدیث کے بارے میں یہ کہنا کہ حدیث مجروح ہے یا غیر ثابت ہے یا منکر ہے یا مطعون ہے، یا فلاں متروک الحدیث ہے یا ذاھب الحدیث ہے وغیرہ۔

**تنبیہ:** طعن مبہم راوی میں جرح کو ثابت نہیں کرتا ہے اور اس حدیث پر عمل کو منع نہیں کرتا ہے، ہاں اگر طعن کی کسی ایسی چیز کے ساتھ تفسیر کر دی گئی ہو جو بالاتفاق جرح ہے اور طعن کرنے والا ان لوگوں میں سے ہو جو نصیحت وخیر خواہی اور اتقان کے ساتھ مشہور ہو، تعصب وعداوت کے ساتھ مشہور نہ ہو۔ یعنی ائمہ حدیث میں سے ہو تو اس طعن کی وجہ سے راوی کے اندر جرح ثابت ہوگی اور وہ راوی مجروح ہوگا۔

# معارضہ کا بیان

**معارضہ:** لغت میں اس مقابلہ کو کہتے ہیں جو ممانعت کے طریقہ پر ہو۔ اصولیین کی اصطلاح میں معارضہ کہتے ہیں دو برابر درجہ کی حجتوں کا ممانعت کے طریقہ پر اس طور سے مقابل ہونا کہ ان دونوں کا جمع ہونا ممکن نہ ہو۔

**رکن معارضہ:** دو مساوی درجہ کی حجتوں کا مقابل ہونا اس طور سے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک اس چیز کی ضد کو ثابت کرے جس کو دوسری چیز ثابت کر رہی ہے۔

**شرط معارضہ:** تضاد حکم کے ساتھ محل اور وقت کا متحد ہونا۔

**حکم معارضہ:** اگر دو آیتوں میں تعارض واقع ہو جائے اور ان دونوں کے نزول کی تاریخ معلوم ہو تو موخر واجب العمل ہوگی اور مقدم منسوخ۔ اور اگر تاریخ نہ معلوم ہو تو سنت کی طرف رجوع کیا جائے گا، اگر سنت میں اس کے متعلق مل جائے تو بہتر ہے ورنہ اقوال صحابہؓ اور قیاس کی جانب جایا جائے گا۔

اگر دو سنتوں کے درمیان تعارض واقع ہو جائے تو قیاس اور اقوال صحابہؓ کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ یعنی اولاً قیاس کی طرف رجوع کیا جائے گا پھر اقوال صحابہ کی طرف۔ کیوں کہ مصنفؒ کے نزدیک قیاس اقوال صحابہؓ پر مقدم ہے۔

**الحاصل:** دو حجتوں کے درمیان تعارض واقع ہونے کی صورت میں اس کے بعد والی حجت کی جانب رجوع کیا جائے گا اگر ممکن ہوگا اور اگر مابعد والی حجت کی جانب جانا متعذر ہوگا تو اصول کی تقریر واجب ہوگی۔ یعنی دونوں حجتوں کے آنے سے پہلے شے جس حکم پر

تھی اسی حکم کو ثابت کر دیا جائے گا۔ جیسے سؤر حمار کہ اپنی اصل کے اعتبار سے اور دلائل وارد ہونے سے پہلے پاک تھا، لہٰذا دلائل متعارض ہونے کی وجہ سے سؤر حمار ناپاک نہ ہوگا، بلکہ پاک رہے گا۔

اگر دو قیاس کے درمیان تعارض ہو جائے تو دونوں قیاس ساقط نہ ہوں گے، بلکہ عمل کے حق میں دونوں میں سے ہر ایک حجت ہوگا اور مجتہد کو اختیار ہوگا کہ تحری اور غور و فکر کے بعد جس پر قلب مطمئن ہو جائے اس پر عمل کرے، کیوں کہ قیاس کے بعد کوئی دلیل شرعی نہیں ہے، جس کی جانب رجوع کیا جا سکے، سوائے اس کے کہ استصحاب حال پر عمل کیا جائے جب کہ استصحاب حال ہمارے نزدیک حجت نہیں ہے۔

**خبر نفی:** وہ خبر ہے جو امر زائد کی نفی کرے اور اس کو اصل پر باقی رکھے۔

**خبر اثبات:** وہ خبر ہے جو اس امر زائد کو ثابت کرے جو ماضی میں ثابت نہیں تھا۔

**تنبیہ** : خبر نفی خبر اثبات کے معارض ہوگی یا نہیں۔ اس بارے میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے۔ عیسیٰ بن ابان اور معتزلہ میں سے قاضی عبد الجبار کا مذہب ہے کہ دونوں کے درمیان تعارض واقع ہوتا ہے اور اس تعارض کو دور کرنے کے لئے کسی دوسری وجہ سے ترجیح طلب کی جائے گی۔ ہمارے علماء میں سے شیخ ابو الحسن کرخی اور اصحاب شافعی کے نزدیک ان دونوں کے درمیان حقیقۃً کوئی تعارض نہیں ہوتا ہے۔ خبر اثبات نفی پر مقدم ہوتی ہے اور اثبات پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور نفی کو ترک کیا جاتا ہے۔

ہمارے علمائے متقدمین (امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) کا عمل خبر نفی اور خبر اثبات کے تعارض کی صورت میں مختلف ہے۔ بعض صورتوں میں خبر اثبات پر عمل کیا ہے، جیسا کہ خیار عتق میں، اور بعض صورتوں میں خبر نفی پر عمل کیا ہے جیسا کہ نکاح محرم میں۔

جرح وتعدیل میں تعارض واقع ہونے کی صورت میں ہمارے علماء نے مثبِت پر عمل کیا ہے اور نافی کو ترک کردیا ہے اور جرح مثبِت ہے۔

**قاعدہ کلیہ:** اگر نفی واثبات دونوں کی بنیاد دلیل پر ہو تو نفی اور اثبات دونوں قوت میں برابر ہوں گے۔ اور ان دونوں کے درمیان تعارض واقع ہوگا۔ اور تعارض دور کرنے کے لئے وجہ ترجیح طلب کی جائے گی۔

اگر اثبات دلیل پر مبنی ہو اور نفی دلیل پر مبنی نہ ہو تو نفی اور اثبات کے درمیان تعارض واقع نہ ہوگا بلکہ اثبات کو نفی پر تقدم حاصل ہوگا۔

اگر اثبات دلیل پر مبنی ہو، اور نفی مشتبہ الحال ہو یعنی معلوم نہیں کہ اس کی بنیاد دلیل پر ہے یا استصحاب پر تو مخبر کے حال میں غور کرنا ہوگا۔ اگر یہ بات ثابت ہوئی کہ مخبر نے استصحاب حال پر بنیاد رکھی ہے تو خبر مقبول نہ ہوگی اور اگر یہ بات ثابت ہوئی کہ اس نے ایسی دلیل پر اعتماد کیا ہے جو معرفت نفی کا سبب ہے تو اس کی یہ نفی اثبات کے مانند ہوگی اور دونوں میں تعارض واقع ہوگا اور تعارض دور کرنے کے لئے ترجیح کی ضرورت ہوگی۔

**تنبیہ:** بعض حضرات نے تو متعارض خبروں میں ایک کو دوسرے پر ترجیح کثرتِ رواۃ ذکورت اور حریت کی بنا پر دی ہے، لیکن کثرت رواۃ، ذکورت اور حریت کو وجہ ترجیح قرار دینا باجماع سلف متروک ہے۔

## بیان کا بیان

**بیان:** مخاطب کے سامنے مراد ظاہر کرنا ہے۔

بیان کی پانچ قسمیں ہیں۔ (١) بیان تفسیر (٢) بیان تقریر (٣) بیان تغییر (٤) بیان تبدیل (٥) بیان ضرورت۔

**بیان تفسیر:** اس چیز کا بیان جس میں خفا ہو، یعنی مجمل اور مشترک وغیرہ کا خفا جس بیان سے دور ہو۔

**حکم بیان تفسیر:** موصولاً اور مفصولاً دونوں طرح درست ہے۔

**بیان تقریر:** کلام کو ایسی چیز کے ساتھ مؤکد کردینا جو مجاز یا خصوص کے احتمال کو منقطع کردے، جیسے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْن.

**حکم بیان تقریر:** موصولاً اور مفصولاً دونوں طرح درست ہے۔

**بیان تغییر:** اس بیان کا نام ہے جو تبدیلی پیدا کردے جیسے تعلیق واستثنا جو صدر کلام کو بدل دیتے ہیں۔

**حکم بیان تغییر:** بیان تغییر اگر غیر مستقل ہو جیسے تعلیق واستثنا تو وصل کی شرط کے ساتھ درست وصحیح ہے۔

**بیان تبدیل:** نسخ کا نام ہے، اور نسخ لغت میں زائل کرنے اور معدوم کرنے کے معنی میں ہے۔

اصطلاح شرع میں نسخ موخر نص کے ذریعہ تابید وتوقیت سے مطلق حکم شرعی کی انتہا کا بیان ہے۔

نسخ اصطلاحی صاحب شرع کے حق میں اس حکم مطلق کی مدت کے بیان کا نام ہے جو اللہ کو معلوم ہے لیکن اس کو مطلق رکھا، پس انسان کے حق میں ظاہر یہی ہے کہ وہ حکم باقی رہے گا اور جب ایسا ہے تو نسخ بندوں کے حق میں تبدیل اور صاحب شرع کے حق میں بیان محض ہوگا۔

**نسخ کا محل:** ایسا حکم ہے جس میں دو امر موجود ہوں ایک امر یہ کہ وہ حکم فی نفسہ وجود اور عدم کا احتمال رکھتا ہو۔ دوسرا امر یہ کہ اس حکم کو منافی نسخ چیز لاحق نہ ہو۔

**جواز نسخ کی شرط:** جو شی منسوخ ہونے والی ہے اس شی کے مکلّف تک پہنچنے اور اس کے

منسوخ ہونے کے درمیان اتنا وقت ملنا کہ جس میں وہ اعتقاد کر سکے۔ جب کہ معتزلہ کے نزدیک فعل مامور بہ کو ادا کرنے کے بقدر وقت کا پایا جانا ضروری ہے۔

**کتاب اللہ کے نسخ کی چار صورت ہے۔**

(۱) حکم وتلاوت دونوں کا نسخ۔ (۲) صرف حکم کا نسخ نہ کہ تلاوت کا۔ (۳) صرف تلاوت کا نسخ نہ کہ حکم کا۔ (۴) حکم کے وصف کا نسخ نہ کہ اصل کا نسخ۔ یعنی نص پر وہ زیادتی جو غیر مستقل ہو نسخ ہے احناف کے نزدیک، جب کہ امام شافعیؒ کے نزدیک بیان ہے۔ جیسے قید یا شرط کے ذریعہ زیادتی۔

قیاس واجماع ناسخ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ کتاب وسنت کا نسخ ایک دوسرے سے جائز ہے ہمارے نزدیک، برخلاف امام شافعیؒ کے، ان کے نزدیک ایک دوسرے سے جائز نہیں۔

**بیان ضرورت:** اس بیان کا نام ہے جو ضرورت کی وجہ سے حاصل ہو اور بیان ضرورت اس چیز کے ساتھ واقع ہوتا ہے جس کو بیان کے لئے وضع نہیں کیا گیا ہے، یعنی سکوت کے ساتھ واقع ہوتا ہے۔

**بیان ضرورت کی چار قسم ہے:**

(۱) وہ بیان ضرورت جو منطوق بہ کے حکم میں ہو۔

(۲) وہ بیان ضرورت جو متکلم کے حال (سکوت) کی دلالت سے ثابت ہو۔

(۳) وہ بیان ضرورت جو لوگوں سے غرر اور دھوکہ دور کرنے کے لئے ہوتا ہو۔

(۴) وہ بیان ضرورت جو کلام کے کثرت استعمال یا طول عبارت کی ضرورت کی وجہ سے ثابت ہو۔

**تنبیه:** وہ عام جس میں ابتداءً تخصیص کی جائے اس میں اختلاف ہے، ہمارے نزدیک

یہ تخصیص موصولاً تو جائز ہوگی متراخیاً اور مفصولاً جائز نہ ہوگی، جب کہ اصحاب شافعی اور اشعریہ اور عام مفسرین کے نزدیک اس میں تراخی جائز ہے۔

**تنبیہ**: استثناء کے عمل کی کیفیت میں اختلاف ہے، علماء احناف کے نزدیک استثناء مستثنیٰ کی مقدار اس کے حکم کے ساتھ تکلم کو منع کرتا ہے۔ گویا استثناء کے بعد جو باقی رہ گیا ہے اس کے تکلم کا نام استثناء ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک استثناء تکلم کو نہیں منع کرتا بلکہ بطریق معارضہ حکم کو منع کرتا ہے۔

**استثناء کی دو قسم ہے**: (۱) متصل (۲) منفصل

**استثناء متصل**: استثناء کے بعد باقی رہنے والے کا تکلم۔

**استثناء منقطع و منفصل**: جس کو مستثنیٰ منہ سے نہ نکالا گیا ہو۔

**تنبیہ**: جس طرح سنن سے احکام شرع کا اظہار ہوتا ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے بھی احکام شرع کا اظہار ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ جن احکام میں وحی نہیں آتی تھی ان احکام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد فرماتے تھے یا نہیں۔ معتزلہ، اشعریہ متکلمین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد نہیں فرماتے تھے اور اجتہاد آپ کا حصہ نہیں تھا۔

صحیح قول یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مسئلہ پیش آتا اور انتظار کے باوجود وحی نہ اترتی تو اجتہاد فرماتے اور اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد حکم پر حجت قاطعہ ہے اگر خطا پر وحی کے ذریعہ متنبہ نہ کیا گیا۔

**تنبیہ**: شرائع سابقہ کے متعلق صحیح قول یہ ہے کہ اگر شرائع سابقہ میں سے کسی حکم کو اللہ یا اللہ کے رسول نے بغیر نکیر کے بیان کر دیا تو ہم پر عمل کرنا لازم ہوگا لیکن یہ عمل کرنا اس بنیاد

پر لازم نہیں ہوگا کہ یہ کسی پہلے نبی کی شریعت ہے بلکہ اس بنیاد پر کہ ہمارے نبی کی شریعت ہے اور ہمارے دین کا جز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال قصد یہ اقتداء کے سلسلے میں سنن قولیہ کے ساتھ ملحق ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال قصدیہ کی **چار قسمیں ہیں۔**

(۱) مباح (۲) مستحب (۳) واجب (۴) فرض۔

ان چار قسموں کے علاوہ ایک قسم زلت ہے جو اقتداء کی قبیل سے نہیں ہے۔

**زَلَّت:** فعل مباح کا ارادہ کیا گیا ہو مگر بلا ارادہ حرام میں گر پڑا جائے اور اس پر مستقر نہ رہا جائے۔

**تنبیہ:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فعل جو آپؐ سے سہواً صادر ہوا ہو اور وہ فعل جو آپؐ نے طبعاً کیا ہو اور وہ فعل جو آپ کے ساتھ مخصوص ہو، ان افعال میں ہم پر اتباع لازم نہیں ہے۔ ان افعال کے علاوہ دوسرے افعال کی اقتداء واتباع میں اختلاف ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن افعال کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ وہ کس جہت پر واقع ہیں تو ہم اسی جہت پر ان افعال میں اقتدا کریں گے۔ اور اگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کس جہت پر کیے ہیں تو ہم آپ کے افعال کے مراتب میں سے ادنیٰ مرتبہ پر ان کو ادا کریں گے اور ادنیٰ مرتبہ مباح ہے۔

## اصحابِ رسول ﷺ کی متابعت

**تقلید:** دلیل میں نظر کیے بغیر اپنے علاوہ دوسرے کا اتباع کرنا اس گمان پر کہ وہ حق پر ہے۔

**فائدہ:** ابو سعید بردعیؒ کے نزدیک مجتہد صحابی کی تقلید غیر صحابی تابعین اور بعد کے مجتہدین

پر واجب ہے، دوسرے صحابی پر واجب نہیں ہے۔ مجتہد صحابی کے قول و مذہب کی بنا پر قیاس متروک ہوگا اور ان کا قول قیاس پر مقدم ہوگا۔ یہی قول اصح ہے۔

ابوحسن کرخیؒ فرماتے ہیں کہ صحابی کی تقلید صرف حکم غیر مدرک بالقیاس میں جائز ہے، حکم مدرک بالقیاس میں جائز نہیں ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کسی بھی صحابی کی تقلید نہیں کی جائے گی خواہ حکم مدرک بالقیاس ہو یا غیر مدرک بالقیاس ہو۔ یعنی ان کے نزدیک صحابی کی تقلید نہ واجب ہے نہ جائز۔

مجتہد صحابی کی تقلید کے وجوب و عدم وجوب میں علماء کا مذکورہ اختلاف دو صورتوں میں متحقق ہوگا، پہلی صورت یہ ہے کہ صحابی نے کوئی بات کہی اور صحابہ میں سے کسی سے مخالفت ثابت نہ ہوئی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ یہ بات ثابت نہ ہو کہ ایک صحابی نے کوئی حکم بیان کیا اور وہ حکم دوسرے صحابی تک پہنچا تو خاموش رہے، اگر وہ خاموش رہے تو وہ اجماع کی صورت ہوگی جس کی تقلید واجب ہے۔

**فائدہ**: اختلاف صحابہ کی صورت میں بعض اقوال ساقط نہ ہوں گے، کیوں کہ کسی صحابی کے حدیث مرفوع نہ پیش کرنے کی وجہ سے ہر قول قیاس کے قائم مقام ہوگا اور دو قیاسوں کے تعارض کی صورت میں کوئی بھی ساقط نہیں ہوتا بلکہ ترجیح دے کر کسی ایک پر عمل کیا جاتا ہے۔

**فائدہ**: اگر عہد صحابہ میں کسی تابعی اور صحابی کے اقوال میں تعارض ہو جائے تو ایسی صورت میں ہمارے بعض مشائخ کے نزدیک تابعی کی تقلید جائز ہے اور بعض کے نزدیک ناجائز ہے۔

☆☆☆

# اجماع کا بیان

**اجماع:** لغت میں عزم اور پختہ ارادہ اور اتفاق کا نام ہے۔

اصطلاح میں مخصوص اتفاق کا نام اجماع ہے، یعنی کسی ایک زمانہ میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی امت کے صالح مجتہدین کا کسی واقعہ اور امر پر اتفاق کر لینے کا نام اجماع ہے۔

**فائدہ:** ہر زمانہ کے عادل مجتہد علماء کا اجماع معتبر ہے۔ جو حضرات اجماع کو حجت شرعیہ قرار دیتے ہیں، ان میں اختلاف ہے، اکثر حضرات اجماع کو حجت قطعیہ قرار دیتے ہیں، مگر کچھ حضرات حجت ظنیہ کے قائل ہیں۔

## اجماع کے مراتب:

سب سے زیادہ قوی صحابہ کا تصریحی اجماع ہے اور یہ اجماع مفید یقین ہونے میں آیت اور حدیث متواتر کے مانند ہے، اجماع کی اس قسم کا منکر کافر ہوگا۔

دوسرے مرتبہ پر وہ اجماع ہے جو بعض صحابہ کی تصریح اور باقی کے سکوت سے ثابت ہو۔ اس اجماع کا نام اجماع سکوتی ہے۔

یہ پہلی قسم سے کم رتبہ کا ہے، اس کا منکر کافر نہیں ہوگا۔

تیسرے مرتبہ پر تابعین یا بعد والوں کا ایسے حکم پر اجماع ہے جس حکم میں صحابہ کا اختلاف ظاہر نہ ہوا ہو۔ یہ اجماع خبر مشہور کے درجہ میں ہے اور خبر مشہور کی طرح مفید یقین

تو نہیں ہے مگر مفید طمانینت ہے۔

چوتھے مرتبہ پر تابعین کا ایسے قول پر اجماع ہے جس قول میں صحابہ کے درمیان اختلاف رہ چکا ہو۔ یعنی صحابہ کے زمانے میں کسی حکم کے سلسلے میں دو قول تھے، تابعین نے ان میں سے ایک قول پر اجماع کرلیا۔ اجماع کی یہ قسم سب سے کم رتبہ ہے اور یہ خبر واحد کے مانند ہے۔ موجب عمل تو ہے لیکن موجب یقین نہیں ہے۔

**فائدہ:** اگر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہم تک ہر زمانے کے علماء کے اتفاق کے ساتھ منقول ہو تو یہ اجماع حدیث متواتر کے حکم میں ہوگا، جس طرح حدیث متواتر موجِب یقین اور موجِب عمل ہوتی ہے اور اس کا منکر کافر قرار دیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ اجماع بھی موجِب یقین اور موجِب عمل ہوگا۔ اور اس کا منکر کافر قرار دیا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحابہ کرامؓ کا اجماع، ہر زمانے کے علماء کے اتفاق کے ساتھ منقول ہے، لہٰذا یہ اجماع حجت قطعیہ ہوگا۔

اور اگر صحابہ کرام کا اجماع ہم تک بطریق آحاد منقول ہو تو یہ اجماع خبر واحد کے حکم میں ہوگا، جس طرح خبر واحد موجب عمل ہوتی ہے، موجِب یقین نہیں ہوتی ہے اور اس کا منکر کافر قرار نہیں دیا جاتا ہے، اسی طرح یہ اجماع بھی موجِب عمل ہوگا، موجِب یقین نہ ہوگا، اور اس کا منکر کافر قرار نہ دیا جائے گا۔ نیز جس طرح خبر واحد قیاس پر مقدم ہے اسی طرح یہ اجماع بھی قیاس پر مقدم ہوگا، جیسا کہ عبیدہ سلمانی نے کہا کہ ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھنے پر، فجر کی نماز اِسفار میں ادا کرنے پر، ایک بہن کی عدت میں اس کی دوسری بہن سے نکاح کے حرام ہونے پر اور خلوت صحیحہ کی وجہ سے مال کے مؤکد ہونے پر صحابہ کا اجماع ہے۔

☆☆☆

# قیاس کا بیان

**قیاس:** قیاس کا لغوی معنی تقدیر ہے۔

**قیاس کی اصطلاحی تعریف:** اصل کی علت کی طرح فرع میں علت پائے جانے کی وجہ سے فرع میں اصل کے حکم کے مانند حکم ظاہر کرنا۔

**شرائط قیاس:** قیاس کی چار شرطیں ہیں: (۱) اصل (مقیس علیہ) کا حکم اصل کے حکم کے ساتھ کسی دوسری نص کی وجہ سے مخصوص نہ ہو۔

(۲) اصل (مقیس علیہ) قیاس کے مخالف اور غیر معقول نہ ہو۔

(۳) وہ حکم شرعی جو نص سے ثابت ہو، وہ بعینہٖ بغیر کسی تغیر کے ایسے فرع کی جانب متعدی ہو جو اصل کے مساوی و مماثل ہو، اور اس فرع کے متعلق کوئی مستقل نص موجود نہ ہو۔

(۴) اصل (مقیس علیہ) کے سلسلے میں جو نص وارد ہوئی ہے اس کا حکم تعلیل کے بعد اسی صفت پر باقی رہے جس صفت پر تعلیل سے پہلے تھا۔

**قیاس کا رکن:** وہ وصف جامع ہے جس کو نص اصل کے حکم پر علامت قرار دیا گیا ہو اور وہ وصف ان اوصاف میں سے ہو جن پر نص صراحتاً یا اشارۃً مشتمل ہو اور فرع میں اس وصف کے پائے جانے کی وجہ سے حکم اصل میں فرع (مقیس) کو اصل (مقیس علیہ) کی نظیر قرار دیا گیا ہو۔

گویا قیاس کے چار رکن ہیں: (۱) مقیس علیہ (اصل) (۲) مقیس (۳) حکم

(۴) وہ وصف جس کو اصل کے حکم پر علامت قرار دیا گیا ہو۔

جس وصف کو حکمِ نص پر علامت قرار دیا گیا ہے اس کے لئے دو باتیں ضروری ہیں (۱) وصف کا صالح ہونا (۲) وصف کا معدل (مؤثر) ہونا۔

**صلاح وصف سے مراد:** یہ ہے کہ وصف حکم کے موافق ہو بایں طور کہ وہ وصف اس بات کی صلاحیت اور اہلیت رکھتا ہو کہ حکم اس کی طرف مضاف ہو سکے اور وہ وصف اس حکم سے آبی و منکر اور بعید نہ ہو۔

بقول صاحب حسامی وصف کا حکم کے موافق ہونا یہ ہے کہ وہ وصف ان علتوں کے موافق ہو جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ اور تابعین نے مستنبط کیا ہو۔

**عدالت سے مراد:** تاثیر ہے۔ **تاثیر کی چار قسمیں ہیں:**

(۱) عین وصف کا اثر عین حکم میں ظاہر ہو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہرّہ کے عدم نجاست کی علت طواف قرار دیا ہے، پس عین طواف عین حکمِ نص (سورِ ہرّہ کی عدم نجاست) میں مؤثر ہے۔

(۲) عین وصف کا اثر جنسِ حکم میں ظاہر ہو جیسے صغر ولایتِ مال میں علت ہے، اور ولایتِ مال ولایتِ نکاح کی ہم جنس ہے اس لئے صغر کو ولایتِ نکاح میں بھی علت قرار دیا گیا۔

(۳) جنس وصف کا اثر عینِ حکم میں ظاہر ہو جیسے جنون کا اسقاطِ صلوٰۃ کی علت ہونا نص سے ثابت ہے تو اس کے ہم جنس اغماء کو بھی سقوط صلوٰۃ کی علت قرار دینا صحیح ہوگا۔

(۴) جنسِ وصف کا اثر جنسِ حکم میں ظاہر ہو جیسے مشقت سفر کا دو رکعت کے سقوط کی علت ہونا نص سے ثابت ہے، مشقت حیض کے ہم جنس ہے اور دو رکعت کا سقوط پوری نماز کے سقوط کے ہم جنس ہے، لہٰذا مجانست کی وجہ سے حیض کو پوری نماز کے سقوط کی علت

قرار دینا درست ہوگا۔

**تنبیہ:** احناف کے نزدیک تاثیر کی چاروں قسمیں مقبول ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف پہلی قسم معتبر ہے۔

**فائدہ:** وصف کا صالح ہونا جوازِ عمل کے لئے شرط ہے اور وصف کا معدل ہونا وجوبِ عمل کے لئے شرط ہے۔

قیاس کی دو قسمیں ہیں (۱) قیاس جلی (۲) قیاس خفی، قیاسِ خفی کا نام استحسان ہے

تقدیم وترجیح کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں: (۱) تقدیم استحسان علی القیاس (۲) تقدیم قیاس علی الاستحسان۔

**ضابطہ:** تقدیم وترجیح کے سلسلے میں قوت اثر اور ضعف اثر کا اعتبار ہے، ظہور اثر اور خفائے اثر کا اعتبار نہیں ہے۔ لہٰذا وہ استحسان جو قیاسِ خفی ہے جس کا اثر قوی ہے اُس قیاس پر مقدم ہوگا جو خود جلی اور ظاہر ہے، جس کا اثر ضعیف ہے، اور وہ قیاس جس کا باطنی اثر صحیح اور قوی ہے ظاہر میں فساد ہے اس استحسان پر مقدم ہوگا جس کا اثر ضعیف اور فساد مخفی ہے، گرچہ اثر ظاہر ہے۔

**استحسان:** ایسی دلیل کا نام ہے جو قیاس جلی کے معارض ہو۔

قیاس جلی کے معارض چار قسم کی دلیلیں ہوتی ہیں (۱) نص (اثر) (۲) اجماع (۳) ضرورت (۴) قیاس خفی۔

استحسان کی چار قسمیں ہیں:

(۱) استحسان بالاثر (قیاس جلی کے معارض نص ہو)

(۲) استحسان بالاجماع (قیاس جلی کے معارض اجماع ہو)

(۳) استحسان بالضرورت (قیاس جلی کے معارض ضرورت ہو)

(۴) استحسان بالقیاس الخفی (قیاس جلی کے معارض قیاس خفی ہو)۔

**فائدہ:** قیاس جلی سے ثابت ہونے والا حکم اور اسی طرح استحسان بالقیاس الخفی سے ثابت ہونے والا حکم اپنے علاوہ کی طرف متعدی ہوتا ہے، جب کہ استحسان بالا جماع اور استحسان بالضرورت سے ثابت ہونے والا حکم اپنے علاوہ کی طرف متعدی نہیں ہوگا۔

**تخصیص علت:** کسی مانع کی وجہ سے حکم کا علت سے تخلف ہو جانا یعنی علت موجود ہو اور حکم موجود نہ ہو۔

**عللِ مستنبطہ:** وہ علتیں جو کتاب اللہ، سنت، اجماع یا قیاس سے مستنبط ہوں۔

**عللِ منصوصہ:** وہ علتیں جن پر نص وارد ہوئی ہوں۔

**فائدہ:** عللِ منصوصہ میں اکثر فقہاء تخصیص کے قائل ہیں، عللِ مستنبطہ میں اختلاف ہے۔ شیخ ابوالحسن کرخیؒ، ابوبکر رازیؒ، عامۃ المعتزلہ، امام مالکؒ واحمدؒ اور احناف میں سے بعض کے نزدیک ان کی تخصیص جائز ہے۔ اکثر مشائخ احناف، امام شافعیؒ کا قولِ اظہر اور مصنف منتخب حسامیؒ کا مذہب مختار یہ ہے کہ عللِ مستنبطہ میں تخصیص جائز نہیں ہے۔

**حکمِ قیاس:** حکمِ نص کے مثل کا اس فرع کی جانب متعدی ہونا جس میں کوئی نص نہ ہو۔

**فائدہ:** قیاس دلیل ظنی ہے، اس لئے حکمِ نص کے مثل کا فرع میں ثبوت ظن غالب سے ہوگا جب کہ اس پر عمل بطریق یقین واجب ہوتا ہے۔

**تنبیہ:** علماءِ احناف کے نزدیک تعلیل (قیاس) کے لئے تعدیہ لازم ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک تعلیل بغیر تعدیہ کے بھی درست ہے۔ پس علماءِ احناف کے نزدیک تعلیل اور قیاس دونوں مترادف ہیں اور شوافع کے نزدیک تعلیل قیاس سے عام ہے اور قیاس تعلیل کی ایک قسم ہے۔

**شوافع کے نزدیک تعلیل کی دو قسم ہے:**

(۱) تعلیل میں علت متعدی ہو، اس کو قیاس کہیں گے۔

(۲) تعلیل میں علت متعدی نہ ہو، اس کو تعلیل محض کہیں گے۔

**علت قاصرہ:** علت غیر متعدیہ کا نام ہے۔

# علتوں کی اقسام

علتوں کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) علت طردیہ (۲) علت موثرہ

**علت طردیہ:** وہ علت ہے جس کے وجود و عدم پر حکم دائر ہو، قطع نظر اس سے کہ اس کی تاثیر کہیں ظاہر ہو۔

**علت موثرہ:** وہ علت ہے جس کا اثر دوسرے مقامات شرعیہ میں ظاہر ہو۔

**تنبیہ** : حضرات شوافع کے نزدیک علل طردیہ معتبر ہیں۔ صحت قیاس کے لئے کافی ہیں۔ ائمہ احناف کے نزدیک علت طردیہ معتبر نہیں، احناف کے نزدیک علت موثرہ معتبر ہے، جب علت موثرہ کسی فرع غیر منصوص علیہ میں پائی جاتی ہے تو اصل کا حکم اس میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔

**علل طردیہ کے دفع کے طریقے:** علل طردیہ پر نقض و دفع کے چار طریقے ہیں۔

(۱) قول بموجب العلۃ (۲) ممانعت (۳) فساد وضع کا بیان (۴) مناقضہ

**قول بموجب العلۃ:** مد مقابل معلل کے قیاس کو اولاً تسلیم کر لیا جائے، پھر کسی دوسرے طریقے سے اس قیاس کی تردید کی جائے۔

(۲) مخالف مستدل کی علت سے جو حکم ثابت ہوتا ہے اس کو تسلیم کر کے ایسا نکتہ بیان کرنا کہ حکم بدل جائے۔

**ممانعت:** سائل معلل کی دلیل کے تمام یا بعض مقدمات کا انکار کر دے۔

**ممانعت کی چار قسمیں ہیں۔**

(۱) ممانعت فی نفس الوصف یعنی وصف وعلت قبول کرنے سے انکار کرنا۔

(۲) ممانعت فی صلاح الوصف للحکم، یعنی علت کا وجود تسلیم کر کے اس کے صالح للحکم ہونے کا انکار کرنا

(۳) ممانعت فی نفس الحکم یعنی نفس حکم کا انکار کرنا

(۴) ممانعت فی نسبۃ الحکم الی الوصف یعنی وصف کی طرف حکم کی نسبت کا انکار کرنا۔

**فساد وضع:** مستدل ایسے وصف کو حکم کی علت قرار دے جو اس حکم سے کوئی مناسبت نہ رکھتا ہو بلکہ اس حکم کی ضد کا متقاضی ہو۔

**مناقضہ:** معلل نے جس وصف کو علت قرار دیا ہے بعض موقع میں حکم اس علت سے متخلف ہو کسی مانع کی وجہ سے یا بغیر کسی مانع کے۔

(۲) مستدل نے جس وصف کو علت قرار دیا ہے بغیر کسی مانع کے حکم اس سے متخلف ہو۔

**تنبیہ:** پہلی تعریف ان لوگوں کے نزدیک ہے جو تخصیص علت کے عدم جواز کے قائل ہیں اور دوسری تعریف ان لوگوں کے نزدیک ہے جو تخصص علت کے جواز کے قائل ہیں۔

**علل موثرہ کے دفع کے طریقے:** علل موثرہ پر نقض و دفع کی تین صورت ہے۔

(۱) قول بموجب العلۃ (۲) ممانعت (۳) معارضہ۔ یہی علل موثرہ میں مفید اور کارگر ہیں، فساد وضع اور مناقضہ ان میں نہیں ہوسکتا۔

اگر صورۃ مناقضہ کا تصور ہو تو اس وقت اس مناقضہ صوری کو چار طریقے سے دفع کیا جائے گا۔

(۱) وصف کے ذریعہ (۲) معنی وصفی کے ذریعہ (۳) اس معنی وصفی کے ذریعہ جو وصف سے دلالۃ ثابت ہو۔ (۴) غرض کے ذریعہ۔

**معارضہ:** مستدل نے مسئلہ میں اثبات حکم کے لئے جو دلیل پیش کی ہے سائل مخالف کا اس کے خلاف پر دلیل قائم کرنا۔

**معارضہ کی دو قسم ہے۔**

**پہلی قسم:** ایک قسم وہ معارضہ ہے جس میں مناقضہ بھی ہو۔اس قسم کا نام قلب ہے۔

**دوسری قسم:** وہ معارضہ ہے جس میں صرف معارضہ ہو مناقضہ کا شائبہ بھی نہ ہو۔

**قلب کی دو قسم ہے:**

(۱) جس وصف کو مستدل نے حکم کی علت قرار دیا ہے اسے حکم اور جس کو انھوں نے حکم قرار دیا ہے اسے علت قرار دینا۔

**تنبیہ:** قلب کی پہلی قسم اس وقت صحیح ہوگی جب کہ حکم کے ذریعہ تعلیل کی گئی ہو، یعنی حکم شرعی کو قیاس کی علت قرار دیا گیا ہو اور دوسری قسم اس وقت متحقق ہوگی جب کہ مستدل اور معلل کے ذکر کردہ وصف میں کچھ زیادتی کر دی گئی ہو جو اس وصف کی تفسیر ہو۔

(۲) جو وصف معلل کے لئے شاہد تھا اور حکم کی علت بن رہا تھا، اس کو اس طرح پلٹنا کہ وہ وصف خود اس معلل کے خلاف شاہد بن جائے اور وہ اس حکم کی علت نہ بن سکے بلکہ اس کی ضد کے لئے علت بنے۔

**تنبیہ:** پہلی قسم کے اعتبار سے یہ ماخوذ ہے قلب الاناء سے، اور دوسری قسم کے اعتبار سے یہ ماخوذ قلب الجراب سے۔

**تنبیہ:** قلب کی مذکورہ دونوں صورتیں معتبر ہیں، قلب کی ایک تیسری صورت (قلب تسویہ) ہے جو ضعیف اور غیر معتبر ہے۔اس سے مناقضہ کو دفع کرنا درست نہیں ہے۔

**قلب تسویہ:** جس قلب کی بنیاد برابری واستواء پر ہو۔

معارضہ خالصہ جس میں مناقضہ کا شائبہ نہیں ہوتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) معارضہ فی حکم الفرع (۲) معارضہ فی علۃ الاصل

**معارضہ فی حکم الفرع:** معلل نے اصل میں جس علت سے حکم نکالا ہے اس پر نقض وارد کیا جائے کہ فرع میں وہ حکم اصل والی علت سے نہیں نکلا ہے، بلکہ دوسری علت سے فرع کا حکم اصل کے خلاف ثابت ہوا ہے۔

**معارضہ فی علۃ الاصل:** معلل نے اصل میں جس چیز کو حکم کی علت قرار دیا ہے اس پر معارضہ کیا جائے کہ وہ درحقیقت علت نہیں ہے بلکہ اصل کے حکم کی علت دوسری چیز ہے، جسے معلل نے علت قرار نہیں دیا ہے۔

**تنبیہ** : معارضہ فی علۃ الاصل کا نام مفارقہ ہے کیوں کہ معارض اپنے معارضے میں ایسی علت پیش کرتا ہے جس سے اصل اور فرع میں فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔

اصولیین کے نزدیک معارضہ کی پہلی قسم معارضہ فی حکم الفرع درست وصحیح ہے، اور دوسری قسم معارضہ فی علۃ الاصل اپنی تینوں اقسام کے ساتھ باطل ہے۔

اگر کوئی کلام اپنی اصل اور وضع کے اعتبار سے درست ہو تو اسے بطور معارضہ کے ذکر کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ بطریق ممانعت ذکر کیا جا سکتا ہے۔

**معارضہ فی علۃ الاصل کی تین قسمیں ہیں۔**

(۱) علت قاصرہ اور علت غیر متعدیہ سے معارضہ کیا جائے۔

(۲) ایسی علت سے معارضہ کیا جائے جو متعدی ہو ایسی فرع کی طرف جس کے حکم پر سب کا اتفاق ہو۔

(۳) ایسی علت سے معارضہ کیا جائے جو علت کسی مختلف فیہ فرع کی طرف متعدی ہو۔

**معارضہ فی حکم الفرع کی پانچ صورتیں ہیں۔**

معارضہ فی حکم الفرع کی پانچ صورتیں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک صحیح اور علم اصول

میں مستعمل ہے۔

**پہلی صورت:** یہ ہے کہ معارض ایسی علت ذکر کرے جو بغیر کسی زیادتی کے معلل اور مستدل کے حکم کی صریح نقیض پر دلالت کرے۔

**دوسری صورت:** یہ ہے کہ معارض حکم میں ایسی زیادتی کرے جو بمنزلہ تفسیر کے ہو۔

**تیسری صورت:** یہ ہے کہ معارض حکم میں ایسی زیادتی کر کے معارضہ کرے جو زیادتی مقصود کو بدل دے اور اس حکم کو متغیر کر دے، درانحالیکہ معارض ایسی بات کی نفی کرے جس کا مستدل نے دعویٰ نہیں کیا ہے۔

**چوتھی صورت:** یہ ہے کہ معارض ایسی زیادتی کر کے معارضہ کرے جو حکم کو بدل دے درانحالیکہ معارض ایسی چیز کا اثبات کرے جس کی نفی مستدل نے نہیں کی ہے۔

**پانچویں صورت:** یہ ہے کہ معارض اس حکم کی نفی کے درپے نہ ہو جس کو مستدل اور معلل نے ثابت کیا ہے یا اس حکم کو ثابت کرنے کے درپے نہ ہو جس کی مستدل نے نفی کی ہے بلکہ دوسرے محل میں دوسری علت سے دوسرا حکم ثابت کرے لیکن اس دوسرے حکم کا اثبات حکم اول کی نفی کو مستلزم ہو۔

☆☆☆

# ترجیح کا بیان

**ترجیح:** دو برابر پہلوؤں میں سے ایک کی دوسرے پر کسی خاص وصف کی وجہ سے فضیلت بیان کرنا۔

**وصف کی مراد:** وصف سے مراد یہ ہے کہ جس بات کی وجہ سے ترجیح دی جارہی ہے وہ خود مستقل دلیل نہ ہو بلکہ بحیثیت وصف کسی مستقل دلیل کے تابع ہو کر پائی جائے۔

**تنبیہ:** اہل اصول نے کہا ہے کہ ایک قیاس کو اس کے معارض دوسرے قیاس پر کسی تیسرے قیاس کی وجہ سے جو کہ پہلے قیاس کا موید ہے ترجیح نہیں دی جائے گی۔ کیوں کہ ایک طرف ایک قیاس ہے اور دوسری طرف دو قیاس ہے جس سے دلیل میں تو اضافہ ہے، لیکن وصف مرجحہ نہیں پایا گیا۔ ہاں اگر ایک قیاس قوی اور اس کا معارض دوسرا قیاس ضعیف ہو تو وصفِ قوت کی وجہ سے قوی کو ضعیف پر ترجیح دی جائے گی۔ یہ ہی حال کتاب وسنت کا ہے۔

جن امور و وجوہ کے ذریعہ ترجیح دی جاتی ہے وہ چار ہیں۔

(۱) قوت تاثیر (۲) قوت ثبات وصف علی الحکم المشھود بہ

(۳) کثرت اصول (۴) عدم حکم عند عدم الوصف۔

**قوتِ تاثیر:** دو موثر قیاس آپس میں متعارض ہیں لیکن ایک کی تاثیر دوسرے کی بہ نسبت قوی ہے تو قوی التاثیر کو ترجیح دی جائے گی۔

**قوتِ ثبات وصف:** وصف موثر کا ثبات اس حکم پر قوی ہو جس حکم کے ساتھ یہ وصف متعلق ہے، یعنی ایک قیاس کا وصف اپنے حکم کے ساتھ زیادہ لازم ہو، دوسرے قیاس کے

وصف سے، پس جس قیاس کا وصف اپنے حکم کے ساتھ زیادہ لازم ہوگا اس کو ترجیح دی جائے گی۔

**کثرت اصول:** ایک قیاس کے وصف موثر اور علت کا شاہد ایک مقیس علیہ ہے اور دوسرے قیاس کے وصف موثر اور علت کے کئی شاہد ہیں تو متعدد شواہد والے قیاس کو ترجیح دی جائے گی۔

**عدم حکم عند عدم الوصف:** وجود وصف سے حکم موجود ہوجاتا ہے اور عدم وصف سے حکم معدوم ہوجاتا ہو تو یہ وصف اولیٰ اور راجح ہوگا اس سے جس کے وجود سے حکم موجود تو ہوتا ہے لیکن عدم سے حکم معدوم نہ ہوتا ہو۔

**تنبیہ:** وجوہ ترجیح میں سے چوتھی وجہ ترجیح ضعیف ہے کیوں کہ عدم کے ساتھ کوئی حکم متعلق نہیں ہوتا ہے، اس لئے اس کے ساتھ ترجیح کیسے متعلق ہوسکتی ہے۔

**ضابطہ:** جب ترجیح کی دو جہتیں متعارض ہوجائیں تو وصف ذاتی کی وجہ سے ترجیح دینا وصف عارضی کے مقابلہ میں افضل اور ارجح ہوگا۔

**کتاب، سنت اور اجماع سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں:**

(۱) ایک احکام مشروعہ یعنی احکام تکلیفیہ جیسے حلت، حرمت، کراہت، فرضیت اور وجوب وغیرہ۔

(۲) دوم احکام مشروعہ کے متعلقات، وہ امور جن کے ساتھ احکام متعلق ہوتے، یعنی احکام وضعیہ جیسے علتیں، اسباب اور شروط۔

**احکام یعنی افعال مکلّف کی چار قسمیں ہیں۔**

(۱) خالص اللہ کے حقوق۔ یعنی وہ چیزیں جس میں امتثال امر کے اعتبار سے صرف اللہ کی رعایت مطلوب ہو، بندے کی رعایت مطلوب نہ ہو۔ جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ

یا وہ احکام جن کے ساتھ عام لوگوں کا نفع متعلق ہو جیسے بیت اللہ کا احترام کہ اس کو قبلہ بنانے کی منفعت کا تعلق عامۃ الناس سے ہے اور زنا کی حرمت کہ اس کو حرام قرار دینے کے ذریعہ نسبت کی حفاظت کا نفع سب لوگوں کو پہنچتا ہے۔

(۲) خالص بندوں کے حقوق: یعنی وہ احکام جس کے ساتھ مصلحت خالصہ، خاص افراد کے مصالح سے متعلق ہوں جیسے غیر کے مال کی حرمت کہ اس میں محض مما لک کا نفع ملحوظ ہے۔

(۳) وہ احکام جس میں حق اللہ اور حق العبد دونوں جمع ہوں لیکن حق اللہ کا پہلو غالب ہو۔ جیسے حد قذف کا حکم۔

(۴) وہ احکام جس میں حق اللہ اور حق العبد دونوں جمع ہوں مگر حق العبد کا پہلو غالب ہو جیسے قصاص کا حکم۔

## حقوق اللہ کی آٹھ قسمیں ہیں

(۱) خالص عبادات: جس میں عقوبت اور مؤنت کے معنیٰ کی آمیزش نہ ہو جیسے ایمان، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج۔

(۲) عقوبات کاملہ۔ وہ سزائیں جو مکمل طور زاجر ہیں، ان کے بعد بالعموم کوئی شخص گناہ اور جرم کی جسارت نہیں کرتا ہے، جیسے حدود یعنی حد زنا، حد سرقہ، حد خمر، حد قذف

(۳) عقوبات قاصرہ: ان کا دوسرا نام جزائیں ہیں۔ وہ سزائیں جن یں عقوبت کے معنی کمتر ہوتے ہیں، جیسے مورث کو عمداً قتل کرنے کی وجہ سے میراث سے محرومی۔

(۴) وہ حقوق جو عبادت اور عقوبت دونوں کے درمیان دائر ہو، جیسے کفارات۔

(۵) وہ عبادت جس میں مؤنت اور بار ذمہ داری کے معنی موجود ہوں، جیسے صدقۃ الفطر۔

(٦) وہ مؤنت جس میں قربت وعبادت کے معنی موجود ہوں، جیسے عشر۔

(٧) وہ مؤنت جس میں عقوبت کے معنی پائے جاتے ہوں جیسے خراج۔

(٨) وہ حق جو بذات خود قائم ہو۔ یعنی وہ حق اپنی ذات سے ثابت ہو، بندے کے ذمہ سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوتا کہ بندے پر اس کا ادا کرنا واجب ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کو اپنے لئے باقی رکھا ہو اور دنیا میں اپنے خلیفہ کو اس کو حاصل کرنے اور بٹوارہ کا ذمہ دار بنایا ہو جیسے غنیمتوں اور معدنیات کا خمس۔

## حقوق العباد

خالص حقوق العباد بے شمار ہیں، جیسے ضمان، دیت، بدل تلف، ضمانِ مغصوب، ملک مبیع، ملک ثمن، ملک طلاق، ملک نکاح، وغیرہ۔

## احکام مشروعہ کے متعلقات چار ہیں

جن امور سے احکام مشروعہ تعلق رکھتے ہیں وہ چار ہیں، (١) سبب (٢) علت (٣) شرط (٤) علامت۔

**دلیل حصر:** جس امر کے ساتھ احکام مشروعہ متعلق ہوتے ہیں اس کی دوصورتیں ہیں، یا تو وہ شی کی حقیقت میں داخل ہوگا یا نہیں، اگر داخل ہے تو رکن ہے اور اگر داخل نہیں تو اس کی دوصورت، یا تو شی میں مؤثر ہوگا یا نہیں، اگر مؤثر ہے تو علت ہے اور اگر مؤثر نہیں ہے تو اس کی دوصورت، یا تو اس شے کی طرف فی الجملہ موصل ہوگا یا نہیں، اگر فی الجملہ موصل ہے تو سبب ہے اور اگر موصل نہیں تو وہ شے اس پر موقوف ہوگی یا نہیں اگر موقوف ہے تو شرط، ورنہ علامت ہے۔

**وجہ الضبط:** ان المتعلق ان کان داخلا فی الشی فھو رکن وان لم یکن

داخلا فان كان موثرا فيه علة وان لم يكن موثرا فان كان موصلا اليه فى الجملة فسبب وان لم يكن موصلا اليه فى الجملة فان كان توقف الشى عليه فشرط وان لم يكن توقف الشى عليه فهو علامة. (حاشیہ حسامی ٦،ص ۱۲۵)

**سبب لغوی:** وہ چیز جس کے ذریعہ مقصود تک رسائی ہو سکے۔

والسبب لغةً: مايتوصل به الى المقصود (نامی ج۲،ص۵۵) مايمكن الوصول به الىٰ المقصود (حاشیہ حسامی ۷،ص۵۴) الطريق الىٰ الشى (حاشیہ حسامی ٦،ص۱۲۵)

**سبب اصطلاحی (حقیقی):** وہ چیز جو حکم تک پہنچنے کا ذریعہ ہو اس کی طرف نہ وجوب حکم منسوب ہو اور نہ وجود حکم اور نہ اس میں علت کے معنی متصور ہوں، البتہ اس سبب اور حکم کے درمیان ایک ایسی علامت ہو جو سبب کی طرف مضاف نہ ہو۔ جیسے کسی کا کسی انسان کے مال پر چور کو راہ دکھلانا تا کہ وہ چوری کرے۔

## سبب کی اقسام:

سبب کی تین قسمیں ہیں (۱) سبب حقیقی (۲) سبب مجازی (۳) سبب فی معنی العلۃ۔

ایک اور قسم ہے سبب لہ شبہ العلۃ مگر مصنف حسامی نے اس کو مستقل قسم شمار نہیں کیا کیوں کہ یہ قسم بعینہ سبب مجازی ہے۔

**تنبیه:** سبب کی پہلی قسم سبب حقیقی کی تعریف بعینہ وہی ہے جو سبب اصطلاحی کی تعریف ہے۔

**سبب فی معنی العلۃ:** وہ سبب جو علت کے حکم میں ہو اور ایسا اس وقت ہوتا ہے جب سبب اور اس کے حکم کے درمیان جو علت ہے وہ سبب کی جانب منسوب ہے، یعنی سبب کے ذریعہ ثابت ہو، جیسے کوئی شخص جانور کو ہانک رہا ہو، اس نے پیروں میں کوئی چیز روندی تو ہانکنے والا ضامن ہوگا، کیوں کہ ہانکنا ایسا سبب اتلاف ہے جو علت کے معنی میں ہے۔

**سبب مجازی:** وہ سبب جو حقیقۃً سبب نہ ہو مگر مجازاً اس کو سبب کہا جاتا ہو، جیسے یمین باللہ

کفارہ کا اور یمین بغیر اللہ یعنی تعلیق بالشرط جزا کا سبب ہے لیکن حقیقۃً نہیں ہے بلکہ مجازاً ہے کیونکہ درحقیقت سبب ''حنث'' قسم کو توڑنا ہے۔

**تنبیہ** : امام شافعیؒ یمین باللہ اور تعلیق بالشرط کو سبب مجازی قرار نہیں دیتے بلکہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں ایسے سبب ہیں جس میں علت کے معنی پائے جاتے ہیں۔

**فائدہ**: امام زفرؒ اور دیگر احناف اس بات میں تو متفق ہیں کہ یمین اور تعلیق سبب مجازی ہیں، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ سبب مجازی کس نوعیت کا ہے۔ حضرت امام کے نزدیک محض مجاز ہے، ان میں حقیقت سببیت کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔ دیگر احناف کے نزدیک مجاز محض نہیں بلکہ ان میں حقیقت سببیت کے ساتھ حکماً ایک گونہ مشابہت ہے۔

**علت**: علت لغت میں اس عارض کا نام ہے جس کے لاحق ہونے سے محل کا وصف متغیر ہو جائے۔ جیسے مرض کی اس کی وجہ سے محل یعنی جسم قوت سے ضعف کی طرف متغیر ہو جاتا ہے۔

(دوسری تعریف) وہ چیز ہے جو کسی امر میں مؤثر ہو خواہ ذاتاً یا صفۃً خواہ فعل میں موثر ہو یا ترکِ فعل میں موثر ہو۔

شریعت میں علت اس چیز کا نام ہے جس کی طرف ابتداءً ہی وجوبِ حکم منسوب ہوتا ہو، جیسے بیع ملکیت کے لئے، نکاح حلت کے لئے، اور قتل قصاص کے لئے۔

**فائدہ**: علت کی حقیقت میں تین امور ملحوظ ہوتے ہیں۔ (۱) علت کو شریعت میں حکم کے لئے وضع کیا گیا ہو، اور وہ حکم اس کی طرف بلا واسطہ منسوب ہو (۲) حکم کے ثابت کرنے میں وہ علت موثر ہو (۳) حکم وجودِ علت کے ساتھ متصلاً ثابت ہو جاتا ہو یعنی جوں ہی علت پائی جائے بلا تاخیر حکم ثابت ہو جائے۔ امر اول کے اعتبار سے اسماً علت ہوگی۔ ثانی کے اعتبار سے معنیً علت ہوگی، اور ثالث کے اعتبار سے حکماً علت ہوگی۔ اگر کسی چیز میں

تینوں امور جمع ہو جائیں تو وہ علت کاملہ تامہ کہلائے گی اور اس کو علت حقیقیہ بھی کہتے ہیں۔ اور اگر بعض موجود ہوں اور بعض موجود نہ ہوں تو وہ علت ناقصہ کہلائے گی اور اگر کوئی نہ ہو تو وہ علت نہ ہوگی۔

نکاح حلت کے لئے، قتل قصاص کے لئے اور بیع ملک کے لئے علت کاملہ ہے۔ اسم، معنی اور حکم تینوں اعتبار سے علت ہے۔

بیع موقوف اور بیع بشرط الخیار ثبوت ملک اور عقد اجارہ، ملک منفعت کے لئے علت ناقصہ ہے۔ اسم اور معنی کے اعتبار سے علت ہے، حکم کے اعتبار سے نہیں ہے۔ مگر عقد اجارہ اسباب کے مشابہ ہے، بیع موقوف اور بیع بشرط خیار اسباب کے مشابہ نہیں ہیں۔

نصابِ زکوٰۃ وجوب زکوٰۃ کے لئے حولانِ حول سے پہلے مرض الموت تغیر احکام کے لئے اور شراء قریب عتق کے لئے اسماً اور معناً علت ہے، حکماً علت نہیں ہے۔ اور یہ علت سبب کے مشابہ ہے۔ سفر رخصت کی اسماً اور حکماً علت ہے، معناً علت نہیں ہے۔

**ضابطہ:** اگر حکم دو موثر وصفوں کے ساتھ متعلق ہو یعنی دو وصفوں کا مجموعہ علت ہو لیکن ان میں سے ایک پہلے پایا گیا اور دوسرا بعد میں تو دوسرا وصف جو بعد میں پایا گیا وہ حکماً بھی علت ہوگا اور معناً بھی علت ہوگا، اسماً علت نہ ہوگا۔ اور وصف اول صرف معناً علت ہوگا یعنی وہ علت کے مشابہ ہوگا، اسماً اور حکماً علت نہ ہوگا۔ اور اگر دو وصفوں کا مجموعہ ایک ساتھ موجود ہو تو وہ مجموعہ اسماً، معناً، اور حکماً تینوں اعتبار سے علت ہوگا۔

**فائدہ:** اقامۃ الشئ مقام غیرہٖ (ایک شے کو دوسری شے کے قائم مقام کرنے) کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) سبب داعی کو مدعو کے قائم مقام کرنا، جیسے سفر کو جو داعی الی المشقت ہے مشقت کے قائم مقام کرنا۔

(۲) دلیل کو مدلول کے قائم مقام کرنا جیسے شوہر کے قول اِن احببتِنی فانت طالق میں ۔خبر محبت کو محبت کے قائم مقام کرنا۔

**شرط:** لغت میں شرط علامت کو کہتے ہیں۔

اصطلاح شرع میں شرط وہ ہے جس کی طرف وجودِ حکم منسوب ہوتا ہو، یعنی جب شرط موجود ہو تو حکم موجود ہو، وجوبِ حکم منسوب نہ ہوتا ہو۔

شوہر کے قول اِن دخلت الدار فانت طالق میں دخول دار پر معلق طلاق دخول دار کے وقت شوہر کے قول انت طالق کی وجہ سے موجود ہوگی۔ دخول دار کی وجہ سے موجود نہ ہوگی، کیوں کہ طلاق کا وجود دخول سے متعلق ہے اور طلاق شوہر کے قول انت طالق کی وجہ سے واجب وثابت ہوتی ہے نہ کہ دخول دار کی وجہ سے، کیوں کہ طلاق کا وجوب دخول دار سے متعلق نہیں ہے۔ لہٰذا دخول دار طلاق کے لئے شرط ہوگا۔

# اختیاری

## شرط کی اقسام

شرط کی پانچ قسمیں ہیں (۱) شرط محض جیسے دخول دار (۲) ایسی شرط جو علت کے حکم میں ہو جیسے راستہ میں کنواں کھودنا (۳) ایسی شرط جو سبب کے حکم میں ہو۔ اور یہ وہ شرط ہے کہ اس کے اور مشروط کے درمیان فاعل مختار کا فعل ہو، وہ فعل اس کی شرط کی جانب منسوب نہ ہو اور وہ شرط اس فعل پر سابق ہو۔ جیسے حل قید عبد غلام کی بیڑی کھولنا۔ (۴) مجازاً شرط ہو، یعنی اسماً اور معنیً شرط ہو لیکن حکماً شرط نہ ہو جیسے ان دو شرطوں میں سے اول جس کے مجموعہ میں حکم معلق ہو، مثلاً شوہر کا قول: ان دخلت الدار ھٰذہٖ الدار فھٰذہٖ الدار فانت طالق. (۵) ایسی شرط جو علامت خالصہ کے مشابہ ہو جیسے احصان فی الزنا۔

**شرط محض:** یہ ہے کہ حکم میں اس کی کوئی تاثیر نہ ہو بلکہ علت کا وجود اس پر موقوف ہو جیسے دخول دار۔

دوسری قسم کو صاحب حسامی نے **وقد یقام الشرط مقام العلة** کے ذریعہ بیان فرمایا ہے۔

**فائدہ (۱):** جب علت صالح ہوتو شرط علت کے حکم میں نہ ہوگی، اور حکم شرط کی طرف منسوب نہ ہوگا بلکہ علت کی طرف منسوب ہوگا۔

(۲) علت اور سبب کے جمع ہونے کی صورت میں سبب ساقط الاعتبار ہوگا اور حکم علت کی طرف منسوب ہوگا، بشرطے کہ علت صالح حکم ہو۔

(۳) سبب حقیقی علت پر مقدم ہوتا ہے، اور شرط حقیقی علت سے موخر ہوتی ہے۔

**علامت:** لغت میں علامت نشان کو کہتے ہیں، جیسے مسجد کا منارہ۔

اصطلاح شرع میں علامت وہ ہے جو وجودِ حکم کو بتلائے اور پہچان کرائے، اس طور پر کہ نہ اس کے ساتھ وجوبِ حکم متعلق ہو اور نہ وجودِ حکم متعلق ہو۔ جیسے تکبیرات صلوٰۃ ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کی علامت ہے۔

**فائدہ:** مجازاً علامت کو شرط کہا جاتا ہے، جیسے بابِ زنا میں احصان یعنی احصان زانی کے مستحق رجم ہونے کی علامت ہے۔

احصان کہتے ہیں زانی کا آزاد مسلمان اور مکلّف ہونا جس نے نکاح صحیح کے ساتھ کم از کم ایک دفعہ جماع کیا ہو۔ (نورالانوار ص۲۸۴)

لوگوں کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ عقل علت موجبہ ہے یا نہیں، معتزلہ کے نزدیک عقل حتمی اور قطعی طور پر ان امور کے لئے علت موجبہ ہے جن کو وہ مستحسن سمجھتی ہے اور ان امور کے لئے علت محرّمہ ہے جن کو وہ برا سمجھتی ہے، بلکہ عقل کی تاثیر شرعی علتوں

سے بڑھ کر ہے، معتزلہ تمام خطابات شرع کو نفس عقل کی طرف متوجہ کرتے ہیں کیوں کہ ان کے نزدیک عقل اصل بنفسہٖ ہے اور شریعت اس کے تابع ہے۔

**اشاعرہ کے نزدیک:** دلیل سمعی اور ورود شرع کے بغیر عقل کا بالکل اعتبار نہیں ہے، ورود شرع کے بغیر حسن وقبح کی معرفت میں عقل بالکل غیر دخیل ہے۔

**قول صحیح:** عقل نہ تو بذات خود موجب ہے نہ محرِّم، اور نہ ہی بالکل بیکار ہے، بلکہ اہلیتِ خطاب ثابت کرنے کے لئے عقل معتبر ہے، چنانچہ بغیر عقل کے شریعت کے احکام کی تکلیف کا وقوع نہیں ہوتا ہے۔

**عقل:** آدمی کے بدن میں ایک نور ہے، جس سے ایسا راستہ روشن ہوتا ہے جس کی ابتدا اس جگہ سے ہوتی ہے، جہاں حواس کا ادراک ختم ہوتا ہے۔

**فائدہ:** عقل کے سبب، راستہ روشن ہونے کی وجہ سے مطلوب قلب کے لئے ظاہر ہو جاتا ہے، چنانچہ قلب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے، تامّلِ عقل کے ذریعہ مطلوب کا ادراک کرتا ہے۔ عقل کے واجب کرنے سے ادراک نہیں کرتا ہے۔ الحاصل تامل عقل کے بعد قلب کے لئے مطلوب کا حصول اللہ کی توفیق سے ہے، بطریق ایجاب نہیں۔

بہر حال عقل بغیر توفیق الٰہی کے معرفت کے حصول میں ناکافی ہے، بلکہ ورود شرع کی محتاج ہے۔

# اہلیت کا بیان

**اہلیت:** کا لغوی معنیٰ ہے صلاحیت وقابلیت۔

انسان کا کسی شے کی اہلیت رکھنے کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ وہ شے اس سے صادر ہو سکے۔

**اہلیت کا شرعی معنی:** انسان کا اس بات کی صلاحیت رکھنا کہ حقوق شرعیہ اس کے لئے اور اس پر واجب ہوسکیں۔

## اہلیت کے اقسام

اہلیت کی دو قسمیں ہیں (۱) اہلیت وجوب (۲) اہلیت ادا۔

**اہلیت وجوب:** انسان کا شغل ذمہ کے قابل ہونا، یعنی انسان اس بات کی صلاحیت رکھتا ہو کہ اس کے لئے اور اس پر حقوق شرعیہ واجب کئے جاسکتے ہوں۔

**اہلیت ادا:** انسان کا فعل (ماموربہ) بجالانے کے قابل وصالح ہونا، یعنی انسان فعل ماموربہ بجالانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

**فائدہ:** اہلیتِ وجوب، قیامِ ذمہ پر مبنی ہے، یعنی اہلیت نفسِ وجوب اس وقت ثابت ہوگا جب کہ ایسا ذمہ موجود ہو جو اس بات کی صلاحیت رکھتا ہو کہ اس کے لئے حقوق واجب کئے جائیں اور اس بات کی بھی صلاحیت رکھتا ہو کہ اس پر حقوق واجب کئے جائیں۔

**ذمہ:** وہ وصف ہے جس کی وجہ سے آدمی ایجاب علیہ اور استحباب لہٗ کا اہل ہو جاتا ہے۔

**فائدہ:** اہلیتِ وجوب کے قیامِ ذمہ پر مبنی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تمام فقہا اس بات پر متفق ہیں کہ آدمی جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے لئے ایسا ذمہ ہوتا ہے جو اس بات کی بھی صلاحیت رکھتا ہے کہ اس کے لئے حقوق واجب ہوں اور اس بات کی بھی صلاحیت رکھتا ہے کہ اس پر حقوق واجب ہوں۔

ولادت کے وقت ہی سے ذمہ صالحہ کا ثبوت عہدِ الست پر مبنی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی شَھِدْنَا.

**ضابطہ:** وجوب بذاتہٖ مقصود نہیں، بلکہ نفسِ وجوب سے مقصود اور غرض اصلی اس کا حکم یعنی اختیار کے ساتھ ادا کرنا ہے، لہٰذا اُن افعال میں جس کی ادائیگی بالاختیار ضروری ہے، وجوب کے حکم (ادا بالاختیار) کے معدوم ہونے سے وجوب باطل ہو جاتا ہے۔ جس طرح محل کے معدوم ہونے سے وجوب معدوم و باطل ہو جاتا ہے۔

## اہلیت ادا کی اقسام

اہلیت ادا کی دو قسمیں ہیں: (۱) اہلیت قاصرہ (۲) اہلیت کاملہ

**فائدہ:** ادا دو قدرتوں سے متعلق ہوتی ہے۔ قدرۃِ فہم خطاب اور قدرت عمل سے۔ قدرت فہم خطاب عقل سے حاصل ہوتی ہے اور قدرت عمل بدن سے حاصل ہوتی ہے۔

**اہلیت کاملہ:** دونوں قدرت (قدرت فہم خطاب، قدرت عمل) کا حصول وتحقق بطریقۂ کمال ہو۔

**اہلیت قاصرہ:** دونوں کا یا ایک کا حصول وتحقق بطریقۂ کمال نہ ہو بلکہ بطریقۂ نقصان ہو، یعنی دونوں ناقص ہوں یا ایک۔

**اہلیت قاصرہ کی دو صورتیں:**

(۱) دونوں قدرت ناقص ہو، جیسے بدن کی قدرت بلوغ سے پہلے قاصر ہے، نقصان عقل کی وجہ سے قدرتِ فہمِ خطاب ناقص اور ضعفِ بدن کی وجہ سے قدرتِ عمل ناقص ہے۔

(۲) دونوں میں سے ایک ناقص ہو، جیسے کوئی بلوغ کے بعد خفیف العقل معتوہ ہو، تو قدرت عمل کامل ہے، جس کا حصول بدن سے ہوتا ہے، مگر نقصان عقل کی وجہ سے قدرت فہم خطاب ناقص ہے۔

**فــائـدہ:** اہلیت قاصرہ پر صحتِ ادا مبنی ہے، یعنی اگر کوئی شخص اہلیت قاصرہ کے ساتھ ادا کرے گا تو اس کا ادا کرنا صحیح ہوگا، اگر چہ یہ ادا اس پر واجب نہ تھی، اہلیت کاملہ پر وجوب ادا اور خطاب کا متوجہ ہونا مبنی ہے، لہٰذا جب انسان بالغ ہوگیا اور اس کی عقل کامل ہوگئی تو اب اس پر ادا لازم ہوگی اور اس کی طرف شارع کا خطاب متوجہ ہوگا۔

## اہلیت پر عارض ہونے والے امور کا بیان

**عوارض:** وہ امور جو ان احکام کے تغیر میں مؤثر ہوتے ہیں جو اہلیت وجوب اور اہلیت ادا سے متعلق ہوتے ہیں۔ اور احکام کو ان کی سابقہ حالت پر ثابت ہونے سے روک دیتے ہیں۔

**عوارض کی دو قسمیں:** (۱) سماوی (۲) مکتسب (کسبی)

**سماوی:** وہ عوارض ہیں جو اللہ کی جانب سے ثابت ہوں اور ان میں بندوں کا کوئی اختیار نہ ہو۔

**مکتسب (کسبی):** سماوی کی ضد۔ وہ عوارض ہیں جن میں بندوں کے اختیار کا دخل ہو۔

عوارض سماوی گیارہ ہیں:

(۱) صغر (۲) جنون (۳) عتہ (اختلاط عقل) (۴) نسیان (۵) نوم (۶) اغماء (۷) رِق (۸) مرض (۹) حیض (۱۰) نفاس (۱۱) موت۔

**عوارض مکتسب کی دو قسمیں ہیں:**

(۱) وہ عوارض مکتسب جو مکلّف کی جانب سے حاصل ہوں۔

(۲) وہ عوارض مکتسب جو مکلّف کے علاوہ کی جانب سے حاصل ہوں۔

وہ عوارض مکتسب جو مکلّف کی جانب سے حاصل ہوتے ہیں چھ ہیں:

(۱) جہل (۲) سفہ (خفت عقل، اضطراب عقل) (۳) سکر (۴) ہزل (۵) خطا (۶) سفر۔

وہ عوارض مکتسب جو مکلّف کے علاوہ کی جانب سے حاصل ہوتے ہیں وہ صرف ''اکراہ'' ہے۔

**اکراہ کی دو صورت ہے:**

(۱) ایسی چیز کے ساتھ اکراہ جس میں مکرہ کے لئے اضطرار والجاء ہو۔

(۲) ایسی چیز کے ساتھ اکراہ جس میں مکرہ کے لئے اضطرار والجاء نہ ہو۔

الحاصل: عوارض مکتسب کل سات ہیں۔

**جنون:** ایسی آفت ہے جو دماغ میں اس طرح حلول کر جاتی ہے کہ انسان کو مقتضائے عقل کے خلاف افعال پر آمادہ کرتی ہے جب کہ اس کے بدن اور اعضاء میں کسی طرح کا فتور وضعف نہیں ہوتا ہے۔

**احکام جنون**

(۱) جنون اقوال پر حجر و پابندی واجب کرتا ہے، یعنی مجنون کے اقوال معتبر نہیں، لہٰذا مجنون کی طلاق، عتاق اور ہبہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(۲) اگر جنون ممتد ہو تو جنون کی وجہ سے وہ ضرر ساقط ہو جاتا ہے جو بالغ سے دوسرے اعذار کی وجہ سے سقوط کا احتمال رکھتا ہے۔ جیسے حدود و کفارات جو بالغ سے شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں، جنون کی وجہ سے بھی ساقط ہو جائیں گے۔ عبادات نماز، روزہ وغیرہ اعذار کی وجہ سے عاقل بالغ سے ساقط ہو جاتی ہیں تو جنون کی وجہ سے بھی ساقط ہو جائیں گی۔

**جنون ممتد کی حد:** روزے کے سلسلے میں جنون کے امتداد کی حد یہ ہے کہ جنون پورے ماہ رمضان کو گھیر لے، نمازوں کے سلسلے میں جنون کے امتداد کی حد یہ ہے کہ جنون ایک دن ایک رات سے زیادہ ہو جائے۔

**فائدہ**: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جنون کا ایک دن ایک رات پر زائد ہونا نمازوں کے اعتبار سے ہے۔ لہٰذا جب تک چھ نمازیں ذمہ میں نہیں ہوں گی، قضا ساقط نہ ہوگی۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک ایک دن ایک رات پر زائد ہونا ساعات واوقات کے اعتبار سے ہے۔ لہٰذا اگر کوئی زوال سے کچھ پہلے پاگل ہوگیا اور دوسرے دن زوال کے بعد ہوش میں آیا تو اس پر قضا نہیں ہے کیوں کہ وہ اوقات کے اعتبار سے ایک دن ایک رات سے زائد ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک قضا ہے، ہاں اگر عصر کی نماز کا وقت داخل ہوجائے تو قضا نہیں، کیوں کہ چھ نماز ذمہ میں ہوگئی۔

امام محمدؒ کے نزدیک زکوٰۃ کے سلسلے میں جنون کے امتداد کی حد یہ ہے کہ جنون پورے سال کو گھیر لے۔ امام ابویوسفؒ نے آسانی کے لئے اکثر سال کو کل کے قائم مقام کردیا ہے، لہٰذا اگر گیارہ مہینہ جنون رہا اس کے بعد زائل ہوگیا تو امام محمدؒ کے نزدیک زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی، بلکہ واجب ہوگی اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک زکوٰۃ ساقط ہوگی، واجب نہ ہوگی۔

**فائدہ**: جو چیز حسن ہو اور قبح کا احتمال نہ رکھتی ہو جیسے ایمان اور جو چیز قبیح ہو، اور عفو ومعافی کا احتمال نہ رکھتی ہو جیسے کفر، تو یہ چیزیں مجنون کے حق میں ثابت ہوں گی، اس کے والدین کے تابع ہوکر۔ یعنی اگر والدین مومن ہیں تو مجنون بھی مومن شمار ہوگا اور اگر وہ مرتد ہوگئے تو وہ بھی مرتد شمار ہوگا۔

## اختیاری

جنون کی دو قسمیں ہیں (۱) جنون ممتد (۲) جنون غیر ممتد

ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں (۱) اصلی (۲) طاری

**جنون اصلی:** یہ ہے کہ بلوغ کے پہلے ہی سے جنون چلا آ رہا ہو اور اسی حال میں بالغ ہوا ہو۔
**جنون طاری:** یہ ہے کہ بلوغ کے وقت صحیح العقل ہو، بالغ ہونے کے بعد جنون طاری ہوا ہو۔
**الحاصل:** جنون کی کل چار قسمیں ہیں (۱) جنون ممتد اصلی (۲) جنون ممتد طاری (۳) جنون غیر ممتد اصلی (۴) جنون غیر ممتد طاری۔
**تنبیہ:** امام زفر اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ تمام قسمیں تمام عبادات کے وجوب سے مانع ہیں۔ جنون ممتد اصلی اور طاری بالاتفاق تمام عبادات کے لئے مسقط ہے، جنون غیر ممتد طاری علماءِ احنافِ ثلاثہ کے نزدیک عبادات کے لئے مسقط نہیں ہے۔ اور جنون غیر ممتد اصلی بقول محشی ابو یوسفؒ کے نزدیک اور بقول نامی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عبادات کے لئے مسقط ہے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک جنون غیر ممتد اصلی جنون غیر ممتد طاری کی طرح عبادات کے لئے غیر مسقط ہے۔

## صغر

صغر (کم سنی) ابتدائی حالت میں یعنی عاقل ہونے سے پہلے جنون کے مشابہ ہے، لہٰذا جو امور مجنون سے ساقط ہوتے ہیں وہ صغیر سے بھی ساقط ہوں گے کیوں کہ جس طرح مجنون میں عقل معدوم ہوتی ہے اور وہ اچھے برے کی تمیز نہیں کرسکتا ہے، اسی طرح صغیر میں بھی عقل معدوم ہوتی ہے۔ اور اچھے برے کی تمیز نہیں کرسکتا ہے۔
**ضابطہ:** احکام صغیر کے سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ صغیر سے ذمہ داری اٹھالی گئی ہے یعنی جو احکام معافی کا احتمال رکھتے ہیں صغیر سے ان کی ذمہ داری ساقط کردی گئی، اور جن احکام میں کوئی ذمہ داری اور ضرر نہیں ان کو اگر صغیر خود کرے گا یا اس کے لئے کوئی دوسرا (ولی) کرے گا تو درست ہے۔

**فائدہ:** رقیت اہلیت میراث کے منافی ہے، اور کفر میراث مسلم کے منافی ہے، کیوں کہ کفر اہلیت ولایت کے منافی ہے، جب کہ ولایت مدارِ ارث ہے۔

**فائدہ:** سبب حق اور اہلیت حق کے معدوم ہونے کی وجہ سے حق کا معدوم ہونا سزا اور عقوبت کے طور پر نہیں ہے۔

## جنون اور صغر کے درمیان فرق

جنون غیر محدود ہوتا ہے اس کے زوال کا کوئی وقت متعین نہیں ہے، اور صغر محدود ہوتا ہے۔ عادۃ اللہ کے مطابق اس کے زوال کا ایک وقت متعین ہے۔

## عَتَہ

**عتہ:** عقل میں اس طور پر خلل کا واقع ہونا کہ معتوہ کا کلام مختلط ہو جائے کہ کبھی تو وہ عاقلوں جیسی باتیں کرنے لگے اور کبھی اس کی باتوں سے دیوانگی ٹپکنے لگے۔

**ضابطہ:** بلوغ کے بعد عتہ تمام احکام میں عقل کے ساتھ بچپن وصبا کے مثل ہے، یعنی معتوہ بالغ کا وہی حکم ہے جو صبی عاقل کا حکم ہے، حتی کہ ''عتہ'' معتوہ کے قول وفعل کی صحت سے مانع نہ ہوگا، جیسا کہ ''صبا مع العقل'' صبی عاقل کے قول وفعل کی صحت سے مانع نہیں ہے، لیکن ''عتہ'' معتوہ پر عہدہ یعنی ایسی چیز لازم کرنے سے مانع ہوگا جس میں معتوہ کا ضرر ہو، معتوہ سے خطاب اسی طرح اٹھالیا گیا جس طرح صبی سے اٹھالیا گیا، یعنی معتوہ احکام شرع کا مخاطب بننے کا اہل نہیں ہے۔ اس پر دوسروں کی ولایت ہوگی۔ لیکن وہ اپنے غیر کا ولی نہ ہوگا۔

## نسیان:

نسیان بغیر کسی آفت اور بیماری کے بعض قطعی طور پر معلوم شدہ چیزوں سے جاہل

اور بے خبر ہونا باوجودے کہ بہت ساری چیزوں کا علم ہو۔

**فائدہ:** نسیان حقوق اللہ میں نفس وجوب اور وجوب ادا کے منافی نہیں ہے، ہاں! اگر نسیان کا غلبہ ہو اور بالعموم طاعت نسیان سے خالی نہ رہتی ہو تو نسیان حقوق اللہ میں عفو کا سبب ہوگا، اور نسیان کا اعتبار نہ ہوگا ہاں! حقوق العباد میں نسیان سبب عفو نہ ہوگا۔

## نوم

(۱) نوم وہ طبعی کسل وسستی ہے جو بلا اختیار انسان میں پیدا ہوتی ہے، اور حواس ظاہرہ اور باطنہ کو ان کی سلامتی کے باوجود عمل سے اور عقل کے وجود کے باوجود عقل کے استعمال سے روک دیتی ہے۔

(۲) نوم قدرت کے استعمال سے ایسی عاجزی ہے جو اختیار کے منافی ہوتی ہے۔

**فائدہ:** نوم اختیار کے منافی ہے، لہٰذا نوم عمل کے حق میں خطابِ ادا کی تاخیر کا موجِب ہے، اور نائم کی عبارات طلاق وعتاق، اسلام وردّت وغیرہ کے سلسلہ میں بالکل باطل ہے، نیز نماز میں قرأت وکلام سے کوئی حکم (صحت وفساد) متعلق نہ ہوگا۔ چنانچہ نائم کی قرأت صحیح نہ ہوگی، لہٰذا نماز بھی صحیح نہ ہوگی، اور ایسے ہی جب نائم نے نماز میں تکلم کیا تو اس کا کلام معتبر نہ ہوگا۔ لہٰذا اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

## اغماء

اغماء قوت مدرِکہ اور قوت محرکہ کا ایسے مرض کی وجہ سے معطل ہوجانا جو دماغ یا قلب کو عارض ہوتا ہے۔

**فائدہ:** اغماء مرض ہے۔ جنون کی طرح زوال عقل نہیں ہے۔ اغماء نوم (نیند) کے مثل

ہے، جس طرح نوم (نیند) سے اختیار اور استعمال قدرت فوت ہو جاتا ہے اسی طرح اغماء سے بھی اختیار اور استعمال قدرت فوت ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اغماء صحت عبارات کے لئے مانع ہے، اور مغمیٰ علیہ کی عبارات باطل ہیں۔ بلکہ اغماء نوم سے سخت ہے، کیوں نوم طبعی اور فطری سستی ہے جس سے انسان حالت صحت میں بھی خالی نہیں رہتا ہے۔ اور اغماء ایسا عارض ہے جو قوت کے بالکل منافی ہے۔

## رِق

رِق لغت میں ضعف کا نام ہے۔ اور اصطلاح شرع میں عجز حکمی ہے بایں حیثیت کہ غلام و رقیق ان احکام (شہادت، ولایت، قضا اور مالکیت مال وغیرہ) پر قادر نہیں ہوتا جن پر آزاد انسان قادر ہوتا ہے۔

**فائدہ:** رقیت ابتداءً اور اصل وضع میں حق اللہ ہے جو کفر کی سزا کے طور پر مشروع ہے لیکن انتہاءً اور بقاءً حق العبد ہے جو دیگر احکام کی طرح حکم شرعی کے طور پر ثابت ہے۔ نیز رقیت وصف غیر متجزی ہے۔

**تنبیہ:** امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اعتاق متجزی ہے، کیوں کہ ان کے نزدیک اعتاق کا اثر ازالۂ ملک ہے جو متجزی ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک اعتاق غیر متجزی ہے، کیوں کہ ان کے نزدیک اعتاق کا اثر عتق (رقیت کا زائل ہونا) ہے، جو غیر متجزی ہے۔

**احکام رق:** (۱) رقیت مالکیت مال کے منافی ہے۔ (۲) رقیت مال کے علاوہ دوسری چیز (نکاح، دم اور حیات) کی مالکیت کے منافی نہیں ہے۔ (۳) رقیت ان کمالات کے حصول کے منافی ہے جن کو شرافت دنیوی کی اہلیت میں دخل ہے جیسے ذمہ، ولایت، حل۔ (۴) رقیت عصمت دم میں مؤثر نہیں ہاں قیمت دم میں موثر ہے۔ (۵) عصمتِ ایمان اور

عصمت دار ایمان میں غلام آزاد کے مانند ہے۔

## مرض

مرض بدن کی وہ حالت ہے جس کے ذریعے طبیعت کا اعتدال زائل ہو جاتا ہے۔

**فائدہ:** مرض حقوق اللہ اور حقوق العباد میں سے کسی حکم کے وجوب کی اہلیت اور اہلیت عبارت کے منافی نہیں ہے۔ چنانچہ اس پر خطاب متوجہ ہوگا اس کے حق احکام کا ثبوت ہوگا، خواہ حقوق اللہ کی قبیل سے ہوں یا حقوق العباد کی قبیل سے، اور وہ مقاصد کی تعبیر کا اہل ہوگا، اس کی طلاق وعتاق صحیح ہوگی۔

## حیض ونفاس

**حیض:** ایسا خون ہے جس کو بیماری اور صغر سے سلامت عورت کا رحم پھینکے۔

**نفاس:** وہ خون ہے جو ولادت کے بعد عورت کے قُبل سے نکلے۔

**فائدہ:** حیض ونفاس کسی بھی طرح اہلیت کو معدوم نہیں کرتے نہ اہلیت وجوب اور نہ ہی اہلیت ادا۔

## موت

**موت:** اکثر اہل سنت نے فرمایا کہ موت ایسی صفت وجوبی ہے جس کو زندگی وحیات کی ضد کے طور پر پیدا کیا گیا۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ موت ایسی چیز سے عدم حیات ہے جس کی شان حیات ہو۔

**فائدہ:** موت عجز خالص ہے، جس میں بالکل قدرت نہیں رہتی ہے۔

**احکام موت**:

احکام کی دو قسمیں ہیں: (۱) احکام دنیوی، (۲) احکام اخروی۔

احکام دنیوی کی چار قسمیں ہیں: (۱) وہ احکام جو تکلیف کی قبیل سے ہیں جیسے نماز روزہ وغیرہ۔ ایسے احکام موت کی وجہ سے ساقط ہوجاتے ہیں، ہاں گناہ کے حق میں باقی رہتے ہیں۔

(۲) وہ احکام جو میت پر دوسروں کی حاجت کی وجہ سے مشروع ہوں، وہ اگر عین شے کے ساتھ متعلق ہوں تو ایسے احکام اُس عین کے باقی رہنے کی وجہ سے موت کے بعد بھی باقی رہیں گے۔ جیسے شیٔ مرہون کہ اس کے ساتھ مرتہن کا حق متعلق ہے، اور اگر عین شے کے ساتھ متعلق نہ ہوں بلکہ دَین فی الذمہ کی قبیل سے ہوں تو محض ذمہ کی وجہ سے باقی نہیں رہیں گے بلکہ جب ذمہ کے ساتھ مال ملا ہو یا مؤکِد ذمہ (کفیل کا ذمہ) ملا ہو تو باقی رہیں گے۔ چنانچہ مال چھوڑنے کی صورت میں اس مال سے دین وصول کیا جائے گا اور کفیل چھوڑنے کی صورت میں اس سے دَین کا مطالبہ کیا جائے گا۔

(۳) وہ احکام جو دوسروں کی حاجت کی وجہ سے مشروع ہوں اگر وہ بطریق صلہ ہوں جیسے محارم کا نفقہ، کفارات، صدقہ فطر تو ایسے احکام موت کی وجہ سے تمام اوقات میں ساقط ہوجائیں گے، البتہ اگر میت نے وصیت کی ہو تو تہائی مال میں وصیت صحیح ہوگی۔

(۴) وہ احکام جو خود میت کے لئے مشروع ہوں وہ اتنی مقدار میں باقی رہیں گے جس سے میت کی حاجت پوری ہوجائے، کیوں کہ ان کا مدار حاجت پر ہے اور موت حاجت کے منافی نہیں ہے۔

میت احکام آخرت میں زندوں کے حکم میں ہوتا ہے۔

# عوارض مکتسبہ

## جہل

جہل دوطرح کا ہوتا ہے،(۱) جہل بسیط،(۲) جہل مرکب۔

**جہل بسیط:** ایسی چیز کا نہ جاننا جس کی شان یہ ہو کہ اس کو جانا جائے۔

**جہل مرکب:** وہ اعتقاد جازم ہے جو واقع کے مطابق نہ ہو،لیکن مطابقت کا اعتقاد رکھتا ہو۔

جہل کی چار قسمیں ہیں:

(۱) جہل باطل بلاشبہ یعنی وہ جہل جو نہ عذر کی صلاحیت رکھتا ہے، نہ ہی شبہہ کی اور جو بلاشک وشبہ باطل ہے، وہ کفر ہے جس کے بطلان میں ذرہ برابر شک وشبہہ نہیں ہے اور وہ آخرت میں عذر کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔

(۲) وہ جہل جو قسم اول (کافر کے جہل) سے کمتر ہے لیکن قسم اول کی طرح آخرت میں عذر کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور احکام آخرت میں صاحب ہویٰ کا جہل ہے، نیز باغی کا جہل ہے۔

(۳) وہ جہل جو شبہہ کی صلاحیت رکھتا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ جہل اجتہاد صحیح کی جگہ میں ہو، یہ جہل عذر شمار ہوگا، جیسے محتجم کا اس گمان سے افطار کرنا کہ حجامہ مُفطرِ صوم ہے تو کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ (۲) وہ جہل موضع اشتباہ میں ہو۔ یہ جہل بھی عذر شمار ہوگا، جیسے باپ کا بیٹے کی باندی سے زنا کرنا اس گمان سے کہ وہ اس کے لئے حلال ہے تو حد لازم نہ ہوگی۔

(۴) وہ جہل جو عذر کی صلاحیت رکھتا ہے اور وہ اس شخص کا جہل ہے جو دار الحرب

میں مسلمان ہو گیا ہو، تو اس کا جہل احکام شرع کے سلسلے میں عذر ہو گا۔

**تیسری اور چوتھی قسم میں فرق:**

تیسری قسم میں جہل دلیل پر مبنی ہوتا ہے اور چوتھی قسم میں جہل دلیل پر مبنی نہیں ہوتا ہے۔

## سکر (نشہ)

**سکر:** ایسا سرور ہے جو عقل کو زائل کئے بغیر انسان کی عقل پر غالب آجائے۔

**سکر کی دو قسمیں ہیں:**

(۱) وہ سکر جو بطریقِ مباح ہو جیسے مکرہ کے شراب پینے سے حاصل شدہ سکر۔

(۲) وہ سکر جو بطریق ممنوع ہو، جیسے حالت اختیار میں شراب پینے سے حاصل شدہ سکر۔

**فائدہ:** سکر کی پہلی قسم اغماء اور بیہوشی کے درجہ میں ہے حتیٰ کہ اس کی طلاق، عتاق اور دیگر تمام تصرفات صحیح نہ ہوں گے۔ دوسری قسم بالاجماع خطاب کے منافی نہیں ہے، لہٰذا اہلیت باطل نہیں ہوگی، اور شریعت کے تمام احکام سکر میں مبتلا آدمی پر لازم ہوں گے۔ البتہ استحساناً مرتد ہونا اور ان حدود کا اقرار کرنا نافذ نہ ہوگا جو خالصۃً اللہ کا حق ہیں۔

## ہزل

**ہزل:** لغت میں لعب اور عبث کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں ہزل کہتے ہیں شے سے غیر موضوع لہ کو مراد لینا۔ لہٰذا ہزل بیع میں شرط خیار کے درجے میں ارتکاب تصرفات پر رضامندی کے منافی نہیں ہے، بلکہ تکلم اور استعمال الفاظ میں ہازل کی پوری رضا ہوتی ہے، ہاں ہزل اختیار حکم اور رضا بالحکم کے منافی ہے، لہٰذا محتملِ نقض وفسخ، اختیار و رضا پر موقوف

حکم کے فسخ واسقاط میں ہزل مؤثر ہوگا۔ ہزل سے حکم ثابت نہ ہوگا جیسے بیع اور اجارہ۔ اور غیر محتمل ردوتراخی، اختیار ورضا پر غیر موقوف حکم کے فسخ واسقاط میں موثر نہ ہوگا بلکہ ہزل سے حکم ثابت ہوگا جیسے طلاق وعتاق۔ نیز جن عقدوں میں مال مقصود ہوتا ہے جیسے خلع اور عتق علی مال وغیرہ ان میں ہزل صاحبین کے نزدیک کسی حال میں موثر نہیں ہے، ہزل باطل ہوگا، تصرف لازم ہوگا حتی کہ جو مال مذکور ہوا ہے وہ واجب ہوگا۔

اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان میں ہزل معتبر وموثر ہے اور ہزل اقرار کے لئے مبطل ہے خواہ متحمل فسخ کا اقرار ہو یا غیر محتمل فسخ کا اقرار ہو۔

**ضابطہ**: جن معاملات میں ہزل مؤثر ہوتا ہے اُن میں ہزل کی موافقت پر عمل کرنا اس وقت واجب ہوگا جب کہ عاقدین نے بنا پر اتفاق کیا ہو، ہزل خواہ اصل عقد میں ہو خواہ مقدارِ بدل میں ہو، خواہ جنسِ بدل میں ہو، اور اگر عاقدین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ عقد کے وقت دونوں خالی الذہن تھے یا دونوں نے اختلاف کیا تو جانبِ جِد (حقیقت پسندی) کو ترجیح دیتے ہوئے مدعی جِد کا قول معتبر ہوگا اور عقد صحیح ہوگا، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اور صاحبین کے نزدیک ہزل باطل ہونے کی وجہ سے طلاق واقع ہوگی، اور عورت پر مال واجب ہوگا، ان کے نزدیک جانبِ جِد کو ترجیح دینے کی بنا پر طلاق کا واقع ہونا اور مال کا واجب ہونا نہیں ہے۔

## سفہ

**سفہ**: انسان کو لاحق ہونے والی وہ خفت ہے جو خلاف موجَبِ عقل کی باعث ہوتی ہے۔

**فائدہ**: سفہ عقل وشرع کے مقتضیٰ کے خلاف مال کے اسراف واتلاف کا سبب ہے۔

سفیہ اپنے اختیار سے عقل کے ہوتے ہوئے خلافِ موجَبِ عقل عمل کرتا ہے۔

**حکم:** سفہ اہلیت خطاب میں مخل نہیں ہے، احکام شرع میں سے کسی بھی حکم کے لئے مانع نہیں اور امام صاحب کے نزدیک تصرفات سے ممانعت بالکل ہی موجب نہیں خواہ تصرف محتمل فسخ ہو یا غیر محتمل فسخ ہو، جب کہ امام صاحب کے علاوہ کے نزدیک یہ حکم ان تصرفات میں ہے جن کے لئے ہزل مبطِل نہیں ہے۔ جیسے طلاق، عتاق وغیرہ۔

**معتوہ وسفیہ میں فرق:** معتوہ بعض اقوال وافعال میں مجنون کے مشابہ ہوتا ہے، جب کہ سفیہ مجنون کے مشابہ نہیں ہوتا ہے۔

**خطا:** لغت میں صواب اور درستگی کی ضد ہے۔

اصطلاح میں خطا کہتے ہیں ارادہ کی ہوئی چیز کے خلاف واقع ہونا۔

بالفاظ دیگر۔کسی فعل کا بغیر قصد وارادہ کرنا۔

**فائدہ:** خطا ایک ایسا عذر ہے جس کے اندر حقوق اللہ کے سقوط کی صلاحیت ہے بشرطے کہ خطا کا حصول اجتہاد سے ہو۔ نیز خطا عقوبت میں شبہ ہے۔لہٰذا خاطی فی القتل گنہ گار نہ ہوگا اور حدود وقصاص سے اس کا مواخذہ نہ ہوگا، ہاں کفارہ لازم ہوگا۔

خاطی کی طلاق احناف کے نزدیک درست ہے اور اس کی بیع کا منعقد ہونا مکرہ کی بیع کے مانند واجب ہے۔

# سفر

**سفر:** سیر کے ارادہ سے موضع اقامت سے لمبا خروج۔

اس کی ادنیٰ مسافت اونٹ کی چال سے تین دن تین رات ہے یعنی اڑتالیس میل (٧٨ کلومیٹر)

**فائدہ:** سفر اہلیت واحکام کے منافی نہیں ہے۔ یہ بنفسہٖ اسباب تخفیف میں سے ہے،

چنانچہ سفر چار رکعت والی نماز کے قصر میں اور روزہ کی تاخیر میں موثر ہے۔

## اکراہ

**اکــراہ**: کسی دوسرے شخص کو ایسے امر پر مجبور کرنا جس کو وہ ناپسند کرتا ہے، اور جس کے ارتکاب کا ارادہ نہیں ہے۔

اکراہ کی دو قسمیں ہیں (۱) کامل۔ (۲) قاصر

اول کو اکراہ ملجئ اور ثانی کو اکراہ غیر ملجئ کہا جاتا ہے۔

**اکراہِ کامل**: وہ اکراہ ہے جو مفسدِ اختیار اور موجِب اضطرار ہو، جیسے ایسی چیز کی تہدید جس کا نفس پر یا عضو پر خوف کیا جائے۔

**اکراہ قاصر**: وہ اکراہ ہے جو معدِم رضا ہو اور موجِب اضطرار نہ ہو، جیسے تہدید بالحبس یا تہدید بالضرب۔

**حکم اکراہ**: اکراہ نہ تو منافی اہلیت ہے اور نہ سقوط خطاب کا موجب ہے، خواہ اکراہ ملجئ ہو یا غیر ملجئ ہو۔ الحاصل: اکراہ بنفسہٖ اقوال وافعال میں سے کسی کے ابطال کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے، لہٰذا مکرہ کے اعمال واقوال صحیح ومعتبر ہوں گے، ہاں جب کوئی دلیل مغیر اس کے ساتھ لاحق ہو جائے تو مکرہ کے افعال واقوال صحیح ومعتبر نہ ہوں گے۔ بلکہ اکراہ مبطل ہو جائے گا۔

**فــائدہ**: اکراہ کامل کا اثر نسبت کی تبدیلی (مکرَہ کے فعل کو مکرِہ کی طرف منسوب ہونے) میں اور اکراہ قاصر کا اثر رضا مندی کے فوت کرنے میں ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ معاملات وافعال فاسد ہوں گے جو فسخ کا احتمال رکھتے ہیں اور رضا پر موقوف رہتے ہیں جیسے بیع اور اجارہ۔ کہ اکراہ کی صورت میں یہ عقود فاسد ہو کر منعقد ہوں گے، البتہ وہ عقود وتصرفات جو

رضا پر موقوف نہیں ہیں جیسے طلاق اور عتاق تو وہ مکرَہ کی طرف سے اسی طرح نافذ ہوں گے جس طرح غیر مکرَہ کی طرف سے نافذ ہوتے ہیں۔

مکرَہ کے تمام اقرار صحیح نہ ہوں گے، اکراہ کامل کی وجہ سے اقرار ہو یا اکراہ قاصر کی وجہ سے قابل فسخ تصرف کا اقرار ہو یا نا قابل فسخ تصرف کا اقرار ہو۔

**وضاحت:** اکراہِ کامل اگر ایسے فعل کے ساتھ ہو جس میں فاعل (مکرَہ) دوسرے کا آلہ بن سکتا ہو مثلاً جان یا مال کا تلف کرنا تو مکرَہ سے صادر ہونے والا فعل مکرِہ کی طرف منسوب ہوگا۔ مکرَہ کے فعل کا حکم مکرِہ پر لازم ہوگا اور مکرَہ درمیان سے نکل جائے گا۔

اور اگر اکراہِ کامل ایسے فعل کے ساتھ ہو جس میں مکرہ دوسرے کا آلہ نہ بن سکتا ہو تو مکرہ سے صادر ہونے والے فعل کو مکرِہ کی طرف منسوب کرنا درست نہ ہوگا بلکہ مکرَہ ہی کی طرف منسوب ہوگا۔

اگر فعل ایسا ہو جس کی ذات کی طرف نظر کرتے ہوئے اس میں فاعل (مکرَہ) کا دوسرے کے لئے آلہ بننا ممکن ہو مگر اس فعل کے محل کی طرف نظر کرتے ہوئے آلہ بننا ممکن نہ ہو تو اس فعل کا حکم مکرَہ پر لازم ہوگا اور مکرَہ کی طرف منسوب ہوگا، مثلاً ایک شخص نے محرم کو شکار مارنے پر مجبور کیا تو اکراہ کی وجہ سے اس کو مار ڈالا تو یہ فعل قتل مکرَہ پر ہی منحصر رہے گا، اسی کی طرف منسوب ہوگا، اور اس کا حکم (جنایت کا تاوان) اسی پر لازم ہوگا۔ مکرَہ مکرِہ کے لئے آلہ نہ ہوگا۔

مکرَہ سے مکرِہ کی طرف فعلِ مکرَہ علیہ کا منتقل ہونا اور مکرِہ کی طرف منسوب ہونا امر حکمی ہے، امر حسّی نہیں ہے۔ لہٰذا یہ انتقال اس فعل میں درست ہوگا جس فعل کا وجود وصدور معقول (ممکن ومتصور) ہو، محسوس نہ ہو۔

اکراہ کے مذکورہ احکام امام اعظم ابوحنیفہؒ (ہم احناف) کے نزدیک ہیں۔

امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ مکرَہ کے قولی تصرفات مثلاً طلاق، عتاق، بیع وغیرہ لغو اور باطل ہیں۔ان تصرفات کا حکم ثابت نہیں ہوگا بشرطے کہ اکراہ ناحق ہو، لیکن اگر اکراہ برحق ہو تو وہ صحیح ہوگا۔

اگر ایسے فعل پر اکراہ کامل ہو جس کی نسبت مکرِہ کی طرف ممکن ہو تو فعل مکرِہ کی طرف منسوب ہوگا اور مکرِہ ہی ماخوذ ہوگا، اور مکرَہ کو مکرِہ کے لئے آلہ قرار دیا جائے گا اور اگر ایسے فعل پر اکراہ کامل جس کی نسبت مکرِہ کی طرف ممکن نہ ہو تو یہ فعل بالکلیہ باطل ہوگا۔ اور کسی سے مواخذہ نہ ہوگا۔

**اکراہ کی تمامیت:** اکراہ کی تمامیت اور کمال یہ ہے کہ اکراہ کو ایسا عذر قرار دے دیا جائے جو مکرَہ کے لئے فعل کو شرعاً مباح کردے۔

**اکراہ وہزل میں فرق:** ہزل حکم کو اختیار کرنے اور اس پر راضی ہونے سے تو مانع ہے لیکن سبب کو اختیار کرنے اور اس پر راضی ہونے سے مانع نہیں ہے۔اور اکراہ رضا بالحکم اور رضا بالسبب دونوں سے مانع ہوتا ہے۔

# حروفِ معانی

**حروف معانی:** وہ معنی دار حروف ہیں جو افعال کے معانی کو اسماء تک پہنچاتے ہیں اور اسم وفعل کے مقابلہ میں آتے ہیں۔

مسائل فقہیہ میں سے بعض کا حروف معانی پر مدار ہوتا ہے، بعض احکام شرع اس سے متعلق ہوتے ہیں، اس لئے فائدہ کے پیش نظر کتاب میں اس کو بیان کیا گیا۔

حروف معانی میں سے چند حروف عطف، حروف جر اور حروف شرط مذکور ہیں۔

**حروف عطف:** واؤ، فاء، ثم، بل، لکن، او اور حتّی ہیں۔

**حروف جر:** باء، علیٰ ، مِن، الیٰ اور فی ہیں۔

**اور حروف شرط:** اِن ، اذا ، مَن، ما ، کل اور کلّما ہیں۔

## حروفِ عطف

حروف معانی میں سب سے زیادہ کثیر الوقوع حروف عطف ہیں اور حروف عطف میں اصل واو ہے۔

**واو:** ہمارے نزدیک مطلق جمع کے لئے ہے۔ وہ مقارنت اور ترتیب سے کوئی تعرض نہیں کرتا۔ یعنی اس کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ معطوف علیہ اور معطوف کو حکم میں جمع کر دیتا ہے، نہ تو دونوں کا ایک زمانہ میں جمع ہونا ضروری ہوتا ہے اور نہ مابعد کا ماقبل سے مؤخر ہونا ضروری ہوتا ہے، جیسے **ذهب خالد و حبيب**. عام اہل لغت اور ائمہ فتویٰ کا یہی قول ہے۔

جملہ کاملہ کے جملہ کاملہ پر معطوف ہونے کی صورت میں مبتدا ثانی (معطوف) مبتداء اول (معطوف علیہ) کی خبر میں شریک نہ ہوگا، کیوں کہ دونوں جملے تام ہونے کی وجہ سے دوسرے کے محتاج نہیں ہیں مثلاً ھٰذہٖ طالق ثلاثا و ھٰذہٖ طالق میں مبتداء ثانی و ھٰذہٖ مبتداء اول کی خبر طالق ثلاثا میں شریک نہیں، اور جملہ ناقصہ کے جملہ کاملہ پر معطوف ہونے کی صورت میں مبتداء ثانی (معطوف) مبتداء اول (معطوف علیہ) کی خبر میں شریک ہوگا کیوں کہ کلام ثانی (معطوف) خبر کا محتاج ہے مثلاً ھٰذہٖ طالق و ھٰذہٖ میں کلام ثانی و ھٰذہٖ ناقص ہونے کی وجہ سے مبتداء اول ھٰذہٖ کی خبر طالق میں شریک ہے۔

**''واؤ''** مجازاً حال کے لئے بھی آتا ہے، کیوں کہ جمع کا معنی اس میں پایا جاتا ہے بایں طور کہ حال ذوالحال کے ساتھ جمع ہوتا ہے، جیسے قول باری تعالیٰ: حَتّٰی اِذَا جَآءُ وْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا میں واو حال کے لئے ہے۔

**فاء:** وصل وتعقیب کے لئے ہے۔ پس معطوف ،معطوف علیہ سے متصل ہوگا اور بغیر کسی مہلت وتاخیر کے معطوف علیہ کے بعد ہوگا۔ چنانچہ اگر مرد نے اپنی بیوی سے کہا اِنْ دَخَلْتِ هٰذِهِ الدَّارَ فَهٰذِهِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ. تو اگر عورت دوسرے گھر میں پہلے گھر کے بعد بلا تاخیر داخل ہوئی تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔

خلافِ اصل ''فاء'' کا دخول علتوں پر بھی ہوتا ہے، بشرطے کہ علت کا وجود دائمی ہو، کیوں کہ جب علت کا وجود دائمی ہوگا تو وہ جس طرح حکم سے پہلے موجود ہوگی، اسی طرح حکم کے بعد موجود ہوگی۔ تو تعقیب کا معنی پایا گیا جیسے قید خانے میں پڑے ہوئے آدمی سے کہا جائے اَبْشِرْ فَقَدْ اَتَاکَ الْغَوْثُ غوث ابشار کی علت ہے، اس پر فاء داخل ہے۔

**ثُـمَّ :** تراخی کے طریقے پر عطف کے لئے ہے، کہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مہلت ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تراخی قطع کے طریقے پر ہے، چنانچہ اس کا اثر حکم وتکلم دونوں میں ظاہر ہوگا۔ گویا کہ وہ کلام جس پر ''ثم'' کا دخول ہوا ہے وہ حکماً قولاً مستانفہ ہے، کلام اول سے سکوت کے بعد اس کا تکلم ہوا ہے، صاحبینؒ کے نزدیک تراخی صرف وجود میں ہے تکلم وقول میں نہیں ہے، چنانچہ شوہر کے قول اپنی غیر مدخول بہا بیوی سے **انت طالق ثم طالق ثم طالق** میں صاحبین کے نزدیک ساری طلاقیں معلق ہوں گی اور بالترتیب اتریں گی، جب کہ امام صاحب کے نزدیک اول طلاق واقع ہوگی، مابعد لغو ہوجائے گی، کیوں کہ گویا اول پر سکوت کیا ہے۔

''ثُمَّ'' مجازاً معنی واوٴ کے لئے آتا ہے جیسے قول باری تعالیٰ: **ثم کان من الذین آمنوا.**

**بَــلْ :** بل مابعد کو ثابت کرنے اور ماقبل سے تدارک کے طریقے پر اعراض کے لئے موضوع ہے۔

**لٰـکِـنْ :** نفی کے بعد استدراک کے لئے ہے۔ یعنی کلام سابق سے وجود میں آنے والے

وہم کو زائل کرنے کے لئے موضوع ہے۔

**لٰکِنْ اور بَلْ میں فرق:**

''لٰـکِـنْ'' کے ذریعے استدراک ،نفی کے بعد ہوتا ہے۔جب کہ بَـلْ کے ذریعے استدراک نفی یا اثبات دونوں کے بعد ہوتا ہے۔

**فـائدہ:** لٰکِنْ کے ذریعے نفی کے بعد استدراک مفرد پر مفرد کے عطف کی صورت میں ہے،اگر جملہ کا عطف جملہ پر ہوتو ایجاب کے بعد بھی وقوع صحیح ہے۔

**تنبیه:** لٰکِنْ کے ذریعہ عطف درست ہونے کے لئے اتساقِ کلام ضروری ہے۔اتساق کلام نہ پائے جانے کی صورت میں کلام مستانفہ ہوگا۔

**فـائـدہ:** اتساق کلام کے تحقق کے لئے دوامر ضروری ہے(۱)بغیر فصل کے بعض کلام کا دوسرے بعض کلام سے متصل ہونا۔(۲)محل اثبات ہونا۔

**اَوْ:** جب دواسموں یا دوفعلوں کے درمیان واقع ہوتو ان دونوں میں سے ایک کو شامل ہوگا،اگر کلمہ او کا دخول خبر میں ہوتو وہ مفضی الی الشک ہوگا اور اگر کلمۂ اَوابتداء میں داخل ہو یعنی ایسے کلام میں داخل ہو جو اخبار کی قبیل سے نہ ہو بلکہ اس میں حکم ابتداءً ثابت کیا گیا ہو یا انشاء میں داخل ہوتو موجِب تخییر ہوگا۔پس مولیٰ کا قول ''هٰـــذا حـــرّ او هٰـــذا'' **احدهما حرٌّ** کے مانند ہے۔شرعاً انشاء ہے۔موجب تخییر ہوگا۔مولیٰ کو اختیار ہوگا جس کو متعین کرے گا وہ آزاد ہوگا۔لیکن یہ کلام حریت سابقہ کا بیان ہونے کے احتمال پر لغۃً خبر کا محتمل ہے پس مبیَّن (هٰـذَا حُـرٌّ اَوْهٰذَا ) کی طرح بیان (هٰـذَا كَـانَ مُـرَاداً لِی) بھی انشائیت وخبریت دونوں کا احتمال رکھے گا۔لہٰذا انشاء ہونے کے اعتبار سے دفع تہمت کے لئے محل کا صالح ہونا شرط ہوگا، چنانچہ اگر تعیین سے پہلے ایک غلام مرگیا اور مولیٰ نے کہا کہ میری مراد یہی مردہ غلام تھا تو یہ قول قبول نہ ہوگا ،اورخبریت کے اعتبار سے خبر سابق کا بیان

ہوگا یہاں تک کہ مولیٰ کو قاضی کی جانب سے ایک غلام آزاد کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

کلمہ اَوْ موضع نفی اور موضع اباحت میں بمعنی واو عموم کے لئے مستعار ہے، موضع نفی (کلام منفی) میں عموم افراد کا موجب ہے، چنانچہ اگر کسی نے قسم کھائی **لَا اُکَلِّمُ هٰذَا اَوْ هٰذَا** (میں اِس سے یا اُس سے بات نہیں کروں گا) تو کسی بھی ایک سے بات کرنے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔ موضع اباحت (کلام مثبت) میں عموم اجتماع کا موجب ہے، جواز اجتماع کا متقاضی ہے، چنانچہ اگر کسی نے قسم کھائی **لَا اُکَلِّمُ اَحَدًا اِلَّا فلاناً اَوْ فلاناً** (میں کسی سے بات نہیں کروں گا سوائے فلاں یا فلاں کے) تو حالف کے لئے دونوں سے کلام کرنا مباح اور جائز ہوگا۔

**اَوْ** مجازاً حتیٰ کے معنی میں بھی ہوتا ہے، اور یہ ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں عطف درست نہ ہواور اَو غایت کا احتمال رکھتا ہو بایں طور کہ کلام اول اس طور پر ممتد ہو کہ او کا مابعد اس کی غایت بننے کی صلاحیت رکھتا ہو جیسے کوئی کہے **وَاللّٰهِ لَا اَدْخُلُ هٰذِهِ الدَّارَ اَو اَدْخُلُ هٰذِهِ الدَّارَ** (میں اس گھر میں داخل نہیں ہوں گا یہاں تک کہ اس گھر میں داخل ہوجاؤں) پس اگر پہلے گھر میں پہلے داخل ہوا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور اگر پہلے دوسرے گھر میں داخل ہوا تو قسم پوری ہوجائے گی۔

**حَتّٰی**: غایت کے لئے ہے، مجازاً ''لام کَی'' کے معنی میں مجازات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی مجازاً فاء کے معنی میں عطف کے لئے ہوتا ہے۔

**فائدہ**: حتی غایت کے لئے اس وقت ہوگا جب کہ اس کا ماقبل قابل امتداد ہو، اور اس کا مابعد غایت بن سکتا ہو، جیسے **عبدی حر اِن لم اضربک حتی یشفع فلان.**

مجازاً کَی کے معنی میں اس وقت ہوگا جب کہ حتی کا ماقبل قابل امتداد نہ ہو اور مابعد میں غایت بننے کی صلاحیت نہ ہو، اور حتی کو جزا پر محمول کرنا ممکن ہو، جیسے **عبدی حر ان لم**

آتک حتی تغدینی. اورحتی مجازاعطف کے لئے فاء کے معنی میں اس وقت ہوگا جب حتی کو جزاپرمحمول کرنا ناممکن ہو،جیسے عبدی حر ان لم آتک حتی اتغدیٰ عندک الیوم .

## حروف جر

حروف معانی میں سے حروف جر بھی ہیں۔چنانچہ:

**بـــاء**: الصاق (ایک چیز کودوسری چیز کے ساتھ ملانے) کے لئے ہے،لہٰذااس کا مدخول علیہ ملصق بہ ہوتا ہے اور طرف آخر ملصق ہوتا ہے۔''باء'' کا دخول اثمان پر ہوتا ہے کیوں کہ ملصق الصاق میں مقصود ہوتا ہے اور ملصق بہ تابع ہوتا ہے۔جیسے اشتــریـت منک هٰذا العبد بکرمن حنطة جیدة .

الصاق باء کا حقیقی معنی ہے اور دیگر معانی تبعیض ،زائدہ ہونا وغیرہ اس کے مجازی معنی ہیں۔

**عَــلٰی**: حقیقۃً استعلاء کے لئے ہے۔مجازاً عَـلَـیَّ اَلْفٌ میں الزام کے لئے ہے اور کبھی مجازاشرط کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ: یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِـاللّٰہِ شَیْئًا میں ''علیٰ'' شرط کے لئے ہے۔نیز ''علیٰ'' معاوضات محضہ میں ''باء'' کے معنی میں مستعار ہے۔کیوں کہ الصاق لزوم کے مناسب ہے۔

**مِــنْ**: تبعیض کے لئے ہے۔چنانچہ ابوحنیفہؒ نے فرمایا: کسی آدمی کے قول ''اَعْتِــقْ مِــنْ عَبِیْــدِیْ مَنْ شِـئْـتَ عِتْـقَـهٗ'' میں شخص مختار کو اختیار ہے کہ ایک کو چھوڑ کر بقیہ کو آزاد کردے۔مَــنْ موصولہ کے عموم اور مِــنْ تبعیض پر بقدر امکان عمل کرتے ہوئے،جبکہ صاحبین کے نزدیک سب کو آزاد کرنے کا اختیار ہے،مِن کو بیانیہ ماننے کی بنا پر۔

**اِلــٰی**: انتہاء غایت یعنی انتہاء مسافت کے لئے ہے۔اگر غایت تکلم سے قبل بنفسہٖ موجود

ہو، وجود میں مغیا کی محتاج نہ ہو تو دونوں غایت ابتدائی اور انتہائی حکم مغیا میں داخل نہ ہوگی۔ اور اگر غایت بنفسہٖ موجود نہ ہو، اور صدر کلام غایت کو شامل ہو تو غایت حکم مغیا میں داخل ہوگی۔ جیسے **مِــرفــق** غسل میں داخل ہے۔ اور اگر صدر کلام غایت کو شامل نہ ہو یا شمولیت میں شک ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حسن کی روایت میں غایت حکم مغیا میں داخل ہوگی اور ابوحنیفہؒ سے اظہر روایت کے مطابق داخل نہ ہوگی، یہی صاحبین کا قول ہے۔

**فــی:** ظرف کے لئے موضوع ہے۔ کلمۂ فی اگر ظرف زمان کے لئے مستعمل ہو تو اس کو حذف کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام صاحبؒ کے نزدیک دونوں میں فرق ہے۔ ذکر فی کی صورت میں فی کا مابعد ماقبل کے لئے ظرف ہوگا، ماقبل سے زائد ہوگا، معیار نہ ہوگا اور حذف کی صورت میں فی کا مابعد ماقبل کے لئے معیار ہوگا، اپنے ماقبل سے فاضل نہ ہوگا۔ چنانچہ اگر کسی نے **اِن صــمــتُ الــدهر فعبدی حر** کہا تو یہ قسم ابد پر ہوگی زندگی بھر روزہ رکھے تب غلام آزاد ہوگا ورنہ نہیں اور اگر **ان صــمــت فــی الدهــر فــعبــدی حــر** کہا تو ایک ساعت کے روزہ پر بھی واقع ہوگا۔ اگر اس نے روزہ کی نیت کی اور تھوڑی دیر بعد افطار کر لیا تو غلام آزاد ہو جائے گا، کیوں کہ **دَهْــر** کے ایک جزو میں صوم پایا گیا۔ امام صاحب کے قول ہی کو کتاب میں ذکر کیا گیا ہے۔

صاحبینؒ کے نزدیک ذکر فی اور حذف فی دونوں کا حکم ایک ہے، دونوں اس بات میں برابر ہیں کہ فی کا مابعد ماقبل کے لئے معیار ہوتا ہے اس کا مابعد ماقبل سے فاضل نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر مرد نے بیوی سے کہا **انــت طــالق غداً** یا **انت طالق فی غد** اور شوہر کی کوئی نیت نہیں ہے تو دونوں صورت میں غد کے اول حصہ میں طلاق واقع ہوگی، اور اگر آخر نہار کی نیت کی تو دونوں صورت میں دیانۃً نیت معتبر ہوگی قضاءً معتبر نہ ہوگی۔

کلمہ فِی مجازاً مقارنت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے **انت طالق فی دخولک الدار** میں فِی مقارنت کے لئے ہے کیوں کہ دخول طلاق کے لئے ظرف بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔ مفہوم ہوگا کہ تم کو اس حال میں طلاق ہے کہ یہ طلاق تیرے دخول دار کے ساتھ مقارن ہو۔ پس دخول دار سے پہلے مقارنت نہ پائے جانے کی وجہ سے دخول دار سے پہلے طلاق واقع نہ ہوگی۔

# حروف شرط

حروف معانی میں سے حروف شرط ہیں، اور باب شرط میں حرف اِنْ اصل ہے۔ کیوں کہ اِنْ معنی شرط کے ساتھ مختص ہے۔ شرط کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا معنی نہیں ہے۔

**حرف اِنْ:** ایسے امر معدوم پر داخل ہوتا ہے جو وجود وعدم کے درمیان متردد ہو، یعنی اس امر کا موجود ہونا بھی محتمل ہو اور موجود نہ ہونا بھی محتمل ہو۔

**اذا:** کوفیوں کے نزدیک برابری کے ساتھ وقت اور شرط کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یعنی کلمۂ **اذا** ظرف وشرط دونوں کے درمیان مساوی طریقہ پر مشترک ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا یہی قول ہے۔

بصریوں کے نزدیک کلمۂ اذا ظرف ووقت کے لئے حقیقت ہے۔ کبھی سقوط وقت کے بغیر متیٰ کی طرح مجازاً شرط کے لئے استعمال ہوتا ہے اور موضع استفہام کے علاوہ میں اذا کا شرط کے لئے آنا لازم نہیں ہے۔ اس کے ذریعے مجازات کا لزوم نہیں ہے، بلکہ جواز کے درجہ میں ہے، برخلاف متیٰ کے۔ کیوں کہ متیٰ کے لئے معنی شرط کا لزوم ہے، اس کے ساتھ مجازاۃ لازم ہے، یہی صاحبین کا قول ہے۔

کلمۂ اذا شرط کے لئے مستعمل ہو تو اس کے تین اثر ظاہر ہوں گے۔

(۱) کلام کا پہلا حصہ سبب اور دوسرا حصہ مسبب ہوگا۔

(۲) اذا کے بعد فعل مضارع مجزوم ہوگا۔

(۳) اس کی جزا پر فاء داخل ہوگا۔

**کلمۂ مَن، ما، کل اور کلما:** کلمات شرط میں داخل ہیں۔ ''مَن'' ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔ جیسے قول باری تعالیٰ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا میں، ''ما'' غیر ذوی العقول اور ذوی العقول کی صفات کے لئے آتا ہے، جیسے قول خداوندی وَمَاتُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ میں۔اور ''کلما'' عموم افعال کو ثابت کرتا ہے۔ جیسے باری تعالیٰ کے فرمان کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ میں۔

**کلمۂ ''کل''** جب نکرہ کی جانب مضاف ہوتا ہے تو علیٰ سبیل الِا فراد اَفراد کا احاطہ کرتا ہے۔ چنانچہ جب بادشاہ نے لشکر سے کہا **کلّ رجل دخل منکم هٰذا الحصن او لا فله من النفل کذا.** پھر دس فوجی ایک ساتھ داخل ہوئے تو ہر ایک کے لئے کامل نفل ہوگا۔

اِفراد: ہر فرد کا الگ الگ اعتبار کیا جائے، گویا اس کے ساتھ اس کے علاوہ دوسرا نہیں ہے۔

**تم الکتاب بتوفیق الله تعالیٰ**

☆☆☆

# صاحبِ حسامی کے مختصر حالات

کنیت ابوعبداللہ، لقب حسام الدین، نام محمد بن محمد بن عمر، فرغانہ کے خوبصورت شہر اَخسِیکث کے باشندہ ہونے کی وجہ سے اَخسیکثی کہے جاتے ہیں، شیخ کامل، امام فاضل، عالم فروع واصول، ماہر جدل وخلاف تھے، امام غزالی کی کتاب ''المنخول'' جوامام ابوحنیفہؒ کی تشنیع پر مشتمل ہے، اس کی تردید میں ایک نفیس رسالہ چھ فصول میں لکھا، جس میں امام غزالی کے ایک ایک قول کی مدلل تردید کر کے امام صاحب کے مناقب جلیلہ بیان کیا ہے، اصول فقہ میں حسامی جس کا پورا نام ''المنتخب الحسامی'' ہے آپ کی معرکۃ الآراء تصنیف ہے جو بہت مقبول اور داخل درس ہے، محققین علماء نے اس کی شروح لکھیں جن میں امیر کاتب کی ''التبیین'' اور عبدالعزیز بخاری کی ''التحقیق'' زیادہ مشہور ہیں، ۲۳/ذوالقعدہ ۶۴۴ھ بروز دوشنبہ آپ کی وفات ہوئی اور مقبرۃ القضاۃ میں استاذ قاضی خاں کے متصل مدفون ہوئے۔(تذکرہ وظفر)

(حالات المصنّفین وتذکرۃ الفنون صفحہ:۶۹)

مؤلف: مولانا محمد عثمان صاحب معروفی رحمہ اللہ

☆☆☆

# مولف کی دیگر کتابیں

| | |
|---|---|
| روزہ اور زکوٰۃ سے متعلق چالیس حدیثیں | مطبوعہ |
| زندگی میں صالح انقلاب پیدا کرنے والی چالیس حدیثیں | مطبوعہ |
| عمل آسان ثواب زیادہ | مطبوعہ |
| مختلف اعمال کی سنتیں | مطبوعہ |
| تحفۂ قربانی | مطبوعہ |
| اصلاح معاشرہ پر خصوصی خطاب (مفتی ابوالقاسم صاحب کا بیان) | مطبوعہ |
| خطبات نعمانی سوم (مفتی ابوالقاسم صاحب کے بیانات کا مجموعہ) | مطبوعہ |
| روح مومن سے خطاب (تقاریر کا مجموعہ) | غیر مطبوعہ |
| شرح وقایہ جلد ثانی کی شرح | غیر مطبوعہ |